مدیر اعلیٰ:- شیخ یعقوب علی تراب احمدی عرفانی
مدیر مسئول:- شیخ محمود احمد عرفانی مجاہد مصری

جلد ۳۸ | ۲۶ ربیع الثانی ۱۳۵۴ھ مطابق ۲۸ جولائی ۱۹۳۵ء یوم یکشنبہ | نمبر ۲۷

حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب پر قاتلانہ حملہ

اور

حکومت کا رویہ

(۳)

ہم الحکم کے گذشتہ نمبروں میں یہ امر ثابت کر چکے ہیں کہ حضرت صاحبزادہ صاحب کے خلاف یہ حملہ ایک منظم سازش کا نتیجہ تھا۔ ہمکو کامل یقین ہے کہ افسران حکومت بھی اس امر کو خوب جانتے ہیں کہ یہ مجرمانہ فعل ایک سوچی سمجھی اور جانی بوجھی سازش کا نتیجہ ہے۔ مگر افسوس یہ ہے کہ جانتے ہوئے انھوں نے عدل و انصاف کے خلاف کیا۔

یہ ہمیشہ سے مسلمہ اور مانا ہوا اصول ہے۔ کہ العدل اساس الملک عدل ملک گیری کی بنیاد ہے جس حکومت کے عمال عدل سے روگرداں ہو جائیں۔ وہ حکومت یقیناً خطرے میں ہے۔ اور وہ عمال یقیناً حکومت کے خطرناک دشمن ہیں عنایت اللہ۔ تاج الدین۔ کیخ لال کی تقریریں مخفی نہیں ہو گئیں۔ اگر حکومت کے رپورٹروں نے ایمانداری سے ان تقریروں کو نوٹ کیا ہے تو ان میں صاف ایسے الفاظ ملتے ہیں۔ جن میں لوگوں کو قتل و غارت کے لئے ابھارا گیا ہے اور اکسایا گیا ہے۔ ان میں ایسی تقریریں بھی موجود ہیں جن میں یہاں تک دلیری دکھائی گئی ہے اور دھمکایا گیا کہ اگر ہم چاہیں تو مرزا محمود کی لاش خون میں لتھڑی نظر آئے۔

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب اور حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب کے متعلق جھوٹے مقدمات بنانے کی سازشیں کی گئیں اور صاحبزادہ شریف احمد صاحب پر تو مقدمہ بنایا بھی گیا۔ اور حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب کے متعلق احراری اخبارات نے لکھا کہ وہ عیدگاہ کے موقع پر موجود تھے۔ مگر پولیس کو گرفتاریاں کرتے دیکھ کر بھاگ گئے

پھر علی الاعلان کہا جاتا رہا کہ ان کے بڑے آدمیوں کے گلے پڑیں گے۔

یہ ساری باتیں صاف بتلا رہی تھیں کہ ان سب کا نقطہ مرکزی صاحبزادگان تھے۔ میں باور نہیں کر سکتا کہ حکومت کے ملازم اور سی۔ آئی۔ ڈی کے رپورٹر صرف قادیان کی گلیوں کی ہی پیمائش کرتے ہیں اور حکومت کو یہ نہیں بتلاتے کہ لوگ دوکانوں پر بیٹھ بیٹھ کر اور اپنی مجلسوں میں کیا باتیں کرتے ہیں اور احرار کا رویہ کیا اور احمدیوں کا کیا ہے۔ بلکہ مجھے یقین ہے کہ حکومت کو ذرہ ذرہ امور سے آگاہی دی جاتی ہے۔ اور حکومت کے رپورٹر رات کے ۱۲-۱۲ بجے تک بیٹھ کر رپورٹیں تیار کرتے رہتے ہیں۔ پھر یہ کیسے یقین کر لیا جائے کہ حکومت اور اس کے ذمہ وار کارکن اس سازش سے آگاہ نہ تھے۔ ہمکو کامل یقین ہے کہ ان کو کافی عرصہ قبل یہ رپورٹیں مل چکی تھیں۔ اگر کہا جائے کہ ان کے محکمہ خبر رسانی نے ان کو اس قسم کی کوئی اطلاع نہیں دی تو کیا حکومت کے عمال اس امر سے بھی انکار کر سکتے ہیں کہ اخبار الفضل میں قبل از وقت اس قسم کی اطلاعات کو شائع بھی کر دیا گیا۔ نیز حکومت کے ذمہ دار نمائندوں کو ہماری طرف سے اطلاع نہیں دی گئی تھی مگر باوجود اس کے حکومت کی طرف سے کوئی ایسا قدم نہ اٹھایا گیا جو اس قسم کے فتنے کے لئے سدباب کا باعث بن سکتا۔

اور جب یہ واقعہ رونما ہوا تو اسوقت ضلع کے ذمہ دار افسروں کو تاریں دی گئیں۔ تاریں ۶ بجے دی گئیں۔ مگر سوائے ڈی ایس۔ پی بٹالہ اور علاقہ مجسٹریٹ کے اور اور کوئی نہ آیا۔ اور یہ دونوں افسر بھی رات کے ۹ بجے پہنچے۔ اگر یہ دونوں آفیسر بھی اسی وقت مناسب ہدایات دیکر بعض خاص مکانات کی تلاشیاں لے لیتے تو ہم کو یقین کامل ہے کہ مجرم احراری پناہ گاہ سے آسانی پکڑا جاتا۔ کیونکہ ملزم گھبراہٹ میں بھاگ کر قریب کے مکان میں گم ہو گیا تھا جہاں احمدی نوجوانوں کی نگرانی کیوجہ سے وہ اس رات کو نکل نہ سکا۔ یہ غفلت اس حد تک نہ رہی بلکہ دوسرے دن بھی پھر ملزم کی گرفتاری عمل میں لانے کے لئے کوئی تلاشی عمل میں نہ آئی۔ چنانچہ پولیس کی یہ سکون حالت سے دیکھنے والوں کو معلوم ہونے لگا کہ پولیس اس واقعہ کو معمولی حادثہ خیال کرتی ہے جو دفعہ ۳۲۳ تعزیرات ہند سے تعلق رکھتا ہے۔

مجھے پولیس افسران اور علاقہ مجسٹریٹ صاحب کے اس کارنامہ سے سخت حیرت ہے کہ اُنھوں نے کسطرح اقدام قتل کو معمولی ۳۲۳ سمجھ لیا۔ اور ایک بڑی جماعت کے جذبات اور احساسات کی بھی پرواہ نہ کی۔

وہ کہہ سکتے ہیں کہ ہم تعزیرات ہند کی دفعات کو خوب سمجھتے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ تعزیرات ہند کی دفعات کی کمزوریوں کو پبلک کی نسبت افسران پولیس خوب سمجھتے ہیں اسلئے جب وہ چاہیں ۳۲۳ کے کیس کو اقدام قتل۔ اور اقدام قتل کو ۳۲۳ بنا سکتے ہیں۔ ورنہ پبلک اس امر کو خوب سمجھتی ہے کہ ایک نہایت معزز اور پُر امن شہری۔ ایک شہر کا رئیس ایک مذہبی جماعت کا لیڈر۔ برطانوی افواج کا ایک ذمہ دار عہدہ دار اور ایک تعلیم یافتہ شخص جوان تمام خصوصیات کیوجہ سے کسی آدمی سے بھی لڑنا پسند نہیں کرتا۔ اس پر ایک نہایت ذلیل اور غنڈہ کا قتل کی نیت سے حملہ آور ہو۔ اور ایک خاص جماعت کی نگرانی میں حملہ آور ہو اور پھر دوڑ کر اپنے حمایتیوں کی کمین گاہ میں جا چھپنا۔ کسی صورت میں بھی ۳۲۳ قرار نہیں دیا جا سکتا۔

اگر جماعت کے سربرآوردہ لوگ مشتعل شدہ لوگوں کو اپنی زبردست قوت نفوذ سے روک نہ سکتے میں کامیاب نہ ہوتے۔ تو پھر اس کے کیا نتائج ہوتے اس کو ہر ایک عقلمند آدمی جان سکتا ہے اور اگر ایسا ہو جاتا تو کیا یہ اس فعل کا نتیجہ نہ ہوتا۔ اس لئے حیرانی تو یہ ہے کہ پہلی اطلاعات کو نظر انداز کر دیا گیا اور آئندہ کے نتائج سے اغماض کیا گیا اور اس واقعہ کو بالکل سرسری واقعہ سمجھ لیا گیا۔ میں یہ کہوں گا۔ اس معاملہ میں افسران ضلع نے یا لاتفاق قانون کے غلط مفہوم کی آڑ میں اس معاملہ کو خراب کر دیا۔ مجسٹریٹ صاحب کے متعلق میں نے سنا ہے کہ اُنھوں نے تو یہاں تک کمال کر دیا کہ جب اُنھوں نے مجرم کو دیکھا تو اسے کہا کہ یہ وہ لڑکا ہے جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اس نے یہ فعل کیا ہے اس سے یہ فعل ہرگز ہو ہی نہیں سکتا۔ اور اسے کرسی پر بٹھا لیا۔ اگر یہ امر درست ہے۔ تو کیا اس کے صاف یہ معنی نہیں کہ حکومت کے ایک ذمہ دار افسر نے .... اس مجرم کی پیٹھ .... ٹھونکی اور اس طرح اور تماش کے لوگوں کو بتلایا۔ کہ تمہارا اس قسم کا فعل کوئی جرم نہیں کہلا سکتا۔

کیا اس کے یہ معنی نہیں کہ حکومت کے بعض افسر احمدیوں کے لئے خود سانپ پال رہے ہیں۔

اور کیا اسکے صاف یہ معنی نہیں کہ اگر اب بھی کوئی واقعہ ہوا تو اسی قسم کی حوصلہ افزائی کا نتیجہ ہوگا۔

حکومت کو معلوم ہونا چاہیئے

کہ اس قسم کے واقعات نے احراری غنڈوں میں ایک جرأت پیدا کر دی ہے۔ اور ہمارے کانوں میں ایسی آوازیں پڑتی ہیں کہ احراری اس قسم کا کھیل جلد یا کسی قدر وقفہ سے کھیلنے کی تیاریاں کر رہے ہیں اور ان کی دلیری اس حد تک بڑھ گئی ہے کہ وہ اپنی جلسوں میں کھلم کھلا ایسے خیالات کا اظہار کرتے ہیں۔ ان دلائل کی روشنی میں ہر ایک شخص یہ کہنے کے لئے مجبور ہوگا کہ جیسے اس فعل کی ذمہ داری ان احراریوں پر ہے جنھوں نے مجرم کو اس مجرمانہ کام کے لئے آمادہ کیا ایسے ہی اس جرم کی ذمہ داری ان افسران پر ہے۔ جنھوں نے مجرموں کو خواہ قانون کا غلط منشاء سمجھ کر یا جان بوجھ کر چھوڑ دیا۔ اور اس افسر پر تو اس کی بہت بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے جس کے متعلق سنا جاتا ہے کہ اس نے مجرم کو کہا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے یہ فعل اس نے کیا ہو اور اسے اپنے پاس بٹھا لیا۔ (باقی آئندہ)

ضروری تصحیح

گزشتہ نمبر میں ملا پر مکتوبات احمدیہ کے عنوان سے جو نوٹ شائع کیا گیا تھا اس کے آخر میں مرزا ایوب بیگ لکھا گیا ہے۔ دراصل وہ ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ ہے

احباب درست فرمالیں۔

(مدیر)

مسیح الخلق

تھے کمر بستہ جو تکذیبِ نبی" پر روز و شب
آب و آتش زلزلہ طاعون سے تنگ آئینگے جب
میرزا کے در پہ تب پہنچیں گے روتے چیختے
یا مسیح الخلق عدوانا پکار اٹھیں گے سب

(حسن رہتاسی)

خدا ہمارے ساتھ ہے

(از جناب ملک عبدالرحمٰن صاحب خادم بی-اے گجراتی)

اے احمدی! خدا کا فضل آ رہا ہے جوش میں　　اور اُس کا قہر منکروں کو لا رہا ہے ہوش میں
عدو کے لشکروں میں ایک جوش و خروش ہے　　مصیبتوں کے زیر بار احمدی کا دوش ہے
خدا کا ایک مرد اس کے حکم سے کھڑا ہوا　　بدی کی مملکت میں ایک تہلکہ بپا ہوا
جھوٹ، مکر، دجل، زور، ظلم اور جور سے　　وہ تنگ کر رہے ہیں احمدی کو طور طور سے
وہ جن کو ادعا تھا اپنے عدل اور انصاف کا　　ہوا ہے راز فاش اُنکی لاف و گزاف کا
وہ جن کے ساتھ احمدی نے کیں وفا شعاریاں　　ہیں اُنکی طرف سے جواب میں فریبکاریاں
وہ آج اپنے دشمنوں کا آپ رازدار ہے　　خلاف عقل اُس کا ہر ایک قول و قرار ہے
خدا کی راہ میں یہ سب مصیبتیں ہیں رحمتیں　　خدا نے دی ہیں صبر کرنیوالوں کو بشارتیں
ہے دشمنوں کے پاس زور و قوت اور مال بھی　　وہ چل رہے ہیں ہر گھڑی مزورانہ چال بھی
اُٹھاتا ہر کوئی اگرچہ آج ہم پہ ہاتھ ہے　　مگر اے احمدی! نہ ڈر۔ خدا ہمارے ساتھ ہے
وہی خدا ہلاک جس نے کر دیا نمرود کو　　اور کامیاب کر دیا جالوت پر داؤد کو
وہی کہ جس نے لشکر فرعون غرق کر دیا　　اور ایک پل میں جھوٹ اور سچ میں فرق کر دیا
وہی کہ جس کے سامنے ہیں کانپتے افلاک بھی　　کیا تھا جس نے قیصر و کسریٰ کو زیر خاک بھی
ہاں جس نے اپنے نوحؑ کی تائید کی طوفان سے　　اور قوم لوطؑ پر اتاری آگ آسمان سے
اسی کی ذات کی قسم! وہ اب ہمارے ساتھ ہے　　اب احمدی کی پشت پر اسی خدا کا ہاتھ ہے

وہ احمدی کیواسطے دکھائیگا تجلیاں
اور خاک میں ملائیگا احرار کی تعلّیاں

سیرت المہدی کا ایک ورق

ایک صحابیہ کی چند روایات

محترمہ گوہر بی بی صاحبہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پرانی صحابیہ ہیں۔ آپ کے شوہر مستری حسن دین صاحب حضرت اقدس کے صحابی تھے۔ آپ ملہم بھی تھے۔ اور آپ کے بہنوئی الٰہی بخش صاحب سیالکوٹی جو کہ بعد میں یعنی مولوی فیض الدین صاحب مرحوم کی وفات کے بعد اپنی وفات تک کبوترانوالی مسجد سیالکوٹ کی امامت کراتے رہے۔ مولوی الٰہی بخش صاحب حضرت مولانا مولوی عبد الکریم صاحب رضی اللہ عنہ کے رشتہ داروں میں سے تھے۔ اور مولانا موصوف کے ساتھ ہی سلسلہ عالیہ احمدیہ میں داخل ہوئے تھے۔ مولوی الٰہی بخش صاحب کو حضرت اقدس سے بڑا عشق تھا۔ ایسا ہی مستری حسن دین کا حال تھا۔ ان کو جب بھی چھٹی ملتی تو سیالکوٹ جانے کی بجائے وہ قادیان تشریف لے آتے۔ اور حضرت اقدسؑ کی صحبت سے فائدہ اٹھاتے۔ مستری حسن دین صاحب کی روایات گوہر بی بی صاحبہ نے ہمکو عنایت فرمائی ہیں۔ یہ روایات ہمکو مولوی غلام رسول صاحب لنگوی کی معرفت دستیاب ہوئیں جس کے لئے ہم اُن کے شکر گذار ہیں۔ (ایڈیٹر)

۱

آپکی دعا سے بچوں کی عمریں بڑھ گئیں

محترمہ فرماتی ہیں کہ:۔

میرے بھائی میاں الٰہی بخش صاحب کے ہاں جو بچہ بھی پیدا ہوتا تھا۔ وہ کمسنی میں ہی فوت ہو جاتا تھا۔ اور اس طرح متواتر چار لڑکے فوت ہو گئے پانچواں لڑکا جب ایک ماہ کا ہوا۔ تو اسکو بھی وہی بیماری عود کر آئی۔ وہ ابھی بیمار ہی تھا کہ مستری حسن دین صاحب قادیان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے چلے آئے۔ ان کے آنے کے تیسرے روز میاں الٰہی بخش صاحب کا خط مستری حسن دین صاحب کے نام آیا کہ وہ بچہ جو بیمار تھا فوت ہو گیا ہے آپ حضرت اقدس کی خدمت میں دعا کی تحریک کریں کہ اللہ تعالیٰ ہم کو زندہ رہنے والا اور نیک بچہ عطا فرما دے۔ چنانچہ یہ خط مستری صاحب نے حضرت اقدس کی خدمت میں پیش کیا اور دعا کی درخواست کی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:۔

اچھا ہم دعا کریں گے

دوسرے روز صبح آپ باہر تشریف لائے اور فرمانے لگے:۔

مستری صاحب ہم نے اُن کے لئے دعا کی تھی۔ خدا تعالیٰ اُن کو ایک مضبوط لڑکا گوجرانوالے کے پہلوانوں جیسا عطا کرے گا۔ پھر اس کے بعد خدا تعالیٰ اُن کو ایک اور لڑکا دیگا۔ جو پہلے سے بھی زیادہ خوبصورت ہو گا انکو آپ خط لکھیں اور یہ بھی تاکید کریں کہ جب لڑکا پیدا ہو تو ساتویں روز ہی اس کا ختنہ کرا دیں۔

غرض جیسا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا تھا مستری صاحب نے میاں الٰہی بخش صاحب کو اس مضمون کا خط لکھدیا۔ خدا کی قدرت ایک سال کے اندر ہی میاں الٰہی بخش صاحب کو اللہ تعالیٰ نے ایک خوبصورت لڑکا عطا فرمایا جو کہ نہایت مضبوط ہے اور دوسرے سال اللہ تعالیٰ نے اُن کو نہایت خوبصورت لڑکا عطا فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اب دونوں لڑکے جوان ہیں۔ اور دونوں کی شادیاں ہو چکی ہیں۔ بڑا لڑکا صاحب اولاد ہے۔

۲

حضرت اقدس کی شفقت کا ایک واقعہ

گرمیوں کے دنوں میں مستری حسن دین صاحب قادیان رخصت لے کر آئے۔ ایک روز شدت کی گرمی تھی ظہر کے وقت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مسجد مبارک میں تشریف لائے۔ تو فرمایا

آج تو سخت گرمی ہے۔

مستری حسن دین صاحب نے عرض کیا کہ حضور آج تو عرق نکل رہا ہے۔ بڑی پیاس لگتی ہے۔ آج اگر برف ہو تو ٹھنڈا شربت پئیں۔ حضرت اقدس نے فرمایا:۔

مستری صاحب! خدا کے فضل کے آگے کوئی بڑی بات نہیں۔ آؤ ملکر دعا کریں مولا کریم برف بھیجدے گا۔

چنانچہ دعا کی گئی۔ پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اندر تشریف لے گئے۔ ان دنوں قادیان میں عام لوگ برف کا نام بھی نہ جانتے تھے۔ اور نہ یہاں برف آتی تھی۔ خدا کی قدرت عصر کے وقت ایک ٹکیہ والا بہت سی برف لے کر آ گیا۔ جو بٹالہ سے کسی دوست نے بھیجی تھی۔ حضرت اقدس کو اطلاع کی گئی کہ حضور برف آ گئی ہے۔ حضرت اقدس نے فرمایا شربت تیار کرو جب شربت تیار ہو گیا تو حضور باہر تشریف لائے بہت سے اصحاب تھے۔ سب کو شربت کے گلاس دیئے گئے۔ اتفاقاً مستری حسن دین صاحب اسوقت اپنے گھر میں تھے۔ جب حضور شربت نوش فرمانے لگے۔ تو آپ کو معاً مستری صاحب کا خیال آیا فوراً گلاس ہٹا کر بڑے تعجب سے فرمانے لگے:۔

اوہو۔۔۔ کوئی جلدی جاؤ اور مستری حسن دین صاحب کو جاکر بلا لاؤ ان کی بدولت آج ہم کو شربت ملا۔ اور ہم اُن کو ہی بھول گئے۔

سب دوست حیران ہوئے کہ یہ کیا معاملہ ہے گلاس سب کے ہاتھوں میں ہیں اور پکڑے بیٹھے ہیں۔ جب مستری صاحب آئے تو حضرت اقدس اُن کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور فرمانے لگے کہ:۔

مستری صاحب آپکی بدولت ہمکو شربت ملا۔ اور ہم آپ کو ہی بھول گئے۔ پھر حضور نے اُن کو پاس بٹھا کر محبت سے شربت پلایا۔ اور اس کے بعد سب دوستوں نے پیا۔ اور حضور نے بھی۔

۳

خدام کی دل جوئی

ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مستری حسن دین صاحب کو مکان کے لئے عمارتی لکڑی لانے کے لئے بھیجا۔ جب وہ لکڑی خرید کر لائے اور وہ چیرائی گئی تو اندر سے کھوکھلی نکلی۔ حضرت میر ناصر نواب صاحب بہت ناراض ہوئے۔ اور انھوں نے حضرت اقدس سے جاکر شکایت کی کہ لکڑی بہت ناقص آئی ہے۔ اور کسی کام کی نہیں۔ حضور نے فرمایا:۔

میر صاحب لکڑی جلانے کے کام کی بھی نہیں؟ پھر حضور نے مستری صاحب سے دریافت فرمایا:-

مستری صاحب! میر صاحب فرماتے ہیں کہ لکڑی کسی کام کی نہیں۔

مستری صاحب نے عرض کیا۔ حضور جس کام کے لئے منگوائی گئی تھی اس کام کی نہیں اور تو سب کچھ بن سکتا ہے مثلاً چوکھٹ دریچے الماریاں وغیرہ حضرت اقدس بہت خوش ہوئے اور فرمایا:-

لکڑی بہت اچھی ہے مستری صاحب کا کوئی قصور نہیں

مستری صاحب نے عرض کیا کہ حضور مثل مشہور ہے کہ لکڑی اور ککڑی کا کیا اعتبار ہے۔ کیسے اچھے چن چن کر خربوزے لے جاتے ہیں۔ اور پھر بھی وہ اندر سے خراب نکل آتے ہیں یہی حال لکڑی کا ہے۔ اسی لئے لوگ کہتے ہیں کہ ککڑی اور لکڑی کا کیا اعتبار

یہ فقرہ حضور کو اسقدر پسند آیا کہ حضور بار بار میر صاحب کو مخاطب کر کے مسکرا کر فرماتے

ہاں میر صاحب! لکڑی اور ککڑی کا کیا اعتبار

(۴)

آپکی دعا سے قرآن کریم پڑھ لیا

میں نے لڑکپن میں قرآن شریف نہیں پڑھا تھا ایک دفعہ مستری صاحب حضرت اقدس کی خدمت میں اکیلے ہی آئے اور یہاں اُن کو خواب میں میرے باپ میاں غلام حسن مرحوم نظر آئے اور وہ یہ کہتے ہوئے دکھائی دیئے کہ "میاں حسن دین تم کو میں ایک نہایت ضروری پیغام دیتا ہوں۔ جس طرح ہو سکے میری بیٹی گوہر بی بی کو قرآن شریف پڑھاؤ۔ اس بات کی بڑی تاکید کرتا ہوں کیونکہ یہاں قرآن شریف جاننے والوں کی سخت ضرورت ہے۔ دوسرے لوگوں کو کوئی نہیں پوچھتا"

مستری صاحب نے حضرت اقدس کے حضور وہ خواب بیان کیا۔ تو حضور نے فرمایا

ان کو لکھدو کہ وہ قرآن شریف ضرور پڑھنا شروع کر دیں۔ وہ جلدی پڑھ سکیں گی۔

چنانچہ مستری صاحب نے مجھے خط لکھا کہ مجھے ایسا خواب دکھائی دیا ہے اور حضرت اقدس کے ارشاد کا بھی حوالہ دیا تو میں نے قرآن شریف پڑھنا شروع کر دیا۔ حضور کی دعا سے بڑی عمر میں میں نے قرآن شریف پڑھ لیا۔ اس کے بعد سے میں ہمیشہ قرآن شریف پڑھا کرتی ہوں

الحمد للہ علی ذالک۔

روایات

حضرت مولانا شیر علی صاحب قبلہ

یہ روایات آپ نے ۱۰ نومبر ۱۹۳۰ء کو ذکر حبیب کی ایک مجلس میں بیان فرمائیں۔

میں بچپن ہی سے احمدیت میں داخل ہوں میں لاہور میں سیکنڈ ایر کلاس میں جب پڑھتا تھا کہ ایک دفعہ مفتی محمد صادق صاحب اور مرزا ایوب بیگ صاحب وغیرہ بعض احباب عید کے موقع پر قادیان حاضر ہونے کے لئے چلے۔ میں بھی ساتھ تھا۔

یہ واقعہ ۵ مارچ ۱۸۹۶ء کا ہے ہم دس بجے رات بٹالہ اسٹیشن پر پہونچے۔ چونکہ میرے ساتھ مخلصین تھے اسلئے ہم بٹالہ میں آرام کرنے کے لئے نہ ٹھہر رہے۔ اور اسی وقت قادیان کو چل پڑے۔ رات رات میں ہم قادیان آ پہنچے۔ ہم حضرت خلیفۃ المسیح اول کے مطب کی اس کوٹھڑی میں ٹھہرے۔ جو اب مولوی قطب الدین صاحب کے مطب کے سامنے ہے۔ اسوقت کوئی خاص انتظام نہ ہو سکا ہم زمین پر سو رہے۔ اگلے دن عید اور جمعہ کا اجتماع تھا ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ ان دونوں میں شریک ہوئے۔ یہ عید مولوی محمد احسن صاحب نے پڑھائی تھی۔ کیونکہ حضرت مولوی نور الدین صاحب یہاں موجود نہ تھے۔ یہی وہ عید تھی جس کے متعلق الہام ہوا تھا۔

ہست عید اقرب / **عرفت یوم العید والعید اقرب**

راجہ شیر محمد صاحب میرے کلاس فیلو تھے۔ وہ بھی ان دنوں یہاں موجود تھے۔ عید میں کوئی بڑا مجمع نہ تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام مجمع میں تشریف لا کر بیٹھ گئے۔ تو راجہ صاحب نے مجھ سے پوچھا کہ بتاؤ

مسیح موعود علیہ السلام کون سے ہیں؟

حضور اسقدر سادہ تھے کہ میں آپ کی سادگی کی وجہ سے آپ کو پہچان نہیں سکا۔ تب راجہ صاحب نے مجھے بتلایا کہ وہ ہیں۔

اس زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا معمول یہ تھا کہ آپ مہمانوں کے ساتھ بیٹھ کر کھانا تناول فرمایا کرتے تھے۔ اس زمانے میں چھوٹی چھوٹی ٹین کی پیالیوں میں سالن ہوتا تھا۔ اور مٹی کے آبخوروں میں پانی پیا جاتا تھا۔ حضور اپنے مہمانوں کے ساتھ کھانا تناول فرماتے۔ اور آہستہ آہستہ کھانے میں مشغول رہتے تاکہ سب لوگ آرام اور اطمینان سے کھا سکیں۔ باوجود اس کے کہ حضور دیر تک دسترخوان پر بیٹھے رہتے مگر کھانا بہت ہی کم کھاتے

(۲)

ملکہ وکٹوریہ کی ساٹھ سالہ جوبلی

ملکہ وکٹوریہ کی ساٹھ سالہ جوبلی پر حضور نے ایک جلسہ کیا اور باہر سے دوستوں کو بلایا۔ اس جلسہ کی روئداد کئی زبانوں میں لکھی۔ عربی کی روئداد حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے ہاتھ سے لکھی۔ جس میں حضور نے اس امر کا اظہار فرمایا کہ احباب راتوں رات آتے ہیں اور کوئی سواری وغیرہ کا انتظار نہیں کرتے۔

حقیقت میں اس زمانہ میں مخلصین کا یہی طریق تھا کہ وہ راتوں رات قادیان آجاتے تھے۔ چنانچہ مفتی محمد صادق صاحب کو دیکھا ہے کہ وہ ہر اتوار کو آتے تھے۔ ہفتہ کی رات کو بٹالہ اسٹیشن پر اترتے اور راتوں رات چلکر قادیان آجاتے اور سوموار کو واپس چلے جاتے۔ اسی طرح اور مخلصین بھی راتوں رات سفر کرتے تھے پس اس جلسہ میں جن احباب کو خاص طور پر بلایا گیا تھا۔ ان میں اکثر رات ہی کو آگئے تھے۔ انھوں نے سواری کا کوئی انتظار نہ کیا تھا۔

اس جلسہ میں حضور نے ملکہ وکٹوریا کے لئے بہت دیر تک دعا کی۔ احباب کو لکھدیا تھا کہ وہ آمین کہیں۔ آپ کا دستور تھا کہ آپ ہر وہ کام جو گورنمنٹ کی وفاداری کے متعلق فرماتے نہایت اخلاص سے کرتے تھے۔

اس رات حضور کی اجازت سے قادیان میں روشنی کی گئی۔ روشنی تیل جلا کر کی گئی تھی۔ حکومت نے تیل جلا کر روشنی کی تھی۔ اس رات بڑی تیز آندھی آئی جس سے حکومت کے جلائے ہوئے سب دیئے بجھ گئے۔ مگر قادیان میں سلسلہ کی طرف سے جلائی ہوئی روشنی جو موم بتیوں کی تھی نہ بجھی۔ اس طرح صرف قادیان ہی کی جلائی ہوئی روشنی قائم رہی۔

(۳)

روحانی بیماروں کا علاج

ایک دفعہ میرے والد صاحب مرحوم یہاں تشریف لائے۔ آپ نے ایک واقعہ مجھے سنایا۔ میرے والد جماعت میں داخل ہونے سے پہلے چشتی خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ وہ لوگ ہمہ اوست کے قائل تھے والد صاحب نے بتلایا کہ حضرت اقدس سیر کیوقت اور مسجد میں بیٹھے ہوئے ہمیشہ وحدت وجود کی تردید فرمایا کرتے تھے۔ جس سے میں سمجھا کہ حضور کو روحانی بیماری کا علم دیا جاتا تھا۔

(۴)

حقہ نوشی کی مذمت

میرے چچا صاحب نے ایک واقعہ مجھے سنایا اُن کو حقہ کی بہت عادت تھی۔ انھوں نے سنایا کہ میں قادیان گیا تو ہم دو آدمی تھے۔ مسجد مبارک میں ہم بیٹھے تھے صبح حضرت مسیح موعود علیہ السلام تشریف لائے تو آپ نے فرمایا میں نے آج خواب میں دیکھا کہ مسجد میں دو حقے پڑے ہوئے ہیں

مجھے ہی مخاطب کر کے فرمایا اور حقہ کی مذمت کی میرے چچا نے کہا کہ حضور حقہ حرام تو نہیں؟ آپ نے فرمایا استغفر اللہ ... نہ فرمایا۔ اگر حضرت ۴۴

۴۴ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم جیسی لطیف طبیعت انسان کی مجلس میں اگر حقہ ہوتا تو آپ اسے پسند فرماتے؟ میں نے عرض کی کہ نہیں۔ آپ نے فرمایا پھر یہی حال ہے

حقہ اچھی چیز نہیں ہے۔

(۵)

ایک الہام کی تصدیق

ایک دفعہ ایک عرب جس کی عمر ۲۵-۳۰ سال کی تھی یہاں آیا حضور عموماً سیر کو تشریف لے جاتے تھے وہ عرب چوک میں ملا۔ اور بڑی تیزی سے کہا کہ آپ مہدی اور مسیح ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں؟ اس کے اس فقرے میں غصہ اور سختی تھی مگر حضور نے اس سے کوئی سختی نہ کی اور دوران سیر میں اسے سمجھاتے رہے۔ وہ بڑا مخالف تھا۔ آپنے ایک دن فرمایا کہ مجھے الہام ہوا ہے اسے سمجھاؤ بھی اور اس کیلئے دعا بھی کرو۔ اسلئے حضور نے اس الہام کی تعمیل میں اسے تبلیغ بھی کی اور دعا بھی کی۔ انجام کار وہ شخص بیعت کر کے واپس گیا۔

میں اس واقعہ پر گواہ ہوں کہ حضور نے اس کی بیعت سے قبل یہ الہام ہمکو سنایا جو آپ کی صداقت کی دلیل ہے۔ وہ شخص جب یہاں سے گیا اسدن مینہ بھی برسا لگ گیا۔ بس یکہ پر سوار تھا۔ اور وہ پیدل تھا اور ننگے پاؤں تھا ہر چند اسے یکہ پر سوار ہونے کیلئے کہا مگر وہ سوار نہ ہوا۔ ہم نے اسے کرایہ دینا چاہا۔ مگر اس نے کہا کہ یکہ دینے کی ہے لینے کی نہیں۔

وہ اپنے خرچ پر کچھ کتابیں بھی بغرض اشاعت خرید کر لے گیا

(۶)

حضور کا تحمل

ایک دفعہ جبکہ حضرت مولوی عبداللطیف صاحب شہید یہاں آئے ہوئے تھے۔ حضور نے ایک موقع پر تقریر فرمائی۔ اور ایک باہر کے آئے ہوئے شخص نے گستاخی سے کہا کہ آپ کیونکر مہدی اور مسیح ہو سکتے ہیں جبکہ آپکے مخارج حروف بھی درست نہیں ہیں۔ مولوی عبداللطیف صاحب کو غصہ آ گیا۔

ایک دوسرے موقع پر حضرت اقدس نے جلایا کہ میں عرصہ میں مولوی صاحب کا ہاتھ پکڑے رہا۔ تاکہ اسے کہیں مار نہ دیں۔ اس واقعہ سے حضور کا تحمل معلوم ہوتا ہے۔

(۷)

آپ جب کوئی کتاب تصنیف فرمایا کرتے تھے۔ اس کے دلائل لوگوں کو سنا دیا کرتے تھے۔ ایک روز آپنے خلیفہ اول کو خاص طور پر بلایا۔ میں بھی وہاں موجود تھا۔ حضور کے ہاتھ میں ایک کاپی تھی۔ جس پر عربی میں لکھا ہوا تھا۔ آپنے فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ **ایک بجلی مشرق کی طرف سے آئی ہے۔ اور ہمارے مکان پہ پہنچ کر ستارہ بن گئی۔** تب الہام ہوا:-

ان ھو الا ھتن بد الحکام پھر الہام ہوا کہ الامراعرا۔ ترجمہ بھی بتلایا۔ بری کرنا۔ حضور نے یہ سارا واقعہ نماز فجر سے پہلے خاص طور پر مولوی صاحب کو سنایا حالانکہ پہلے آپ نماز کا انتظار کیا کرتے تھے۔

چنانچہ اس کے بعد مارٹن کلارک کا مقدمہ شروع ہوا اسطرح اس واقعہ کی خدا تعالیٰ نے قبل از وقت اطلاع بھی دی اور نتیجہ بھی بتلا دیا کہ آپ بری ہو جائینگے۔ مومنین کے لئے یہ واقعہ ازدیاد ایمان کا موجب ہے۔

(۸)

ایک اور نشان کا ذکر

ایک دفعہ آپنے شائع کیا کہ اتنے دنوں تک اغلباً

اور مارچ کی تاریخ تھی) ایک عجیب واقعہ ظاہر ہوگا۔ آخری دن میں بورڈنگ احمدیہ کے پہلی طرف سوچ رہا تھا وہ عجیب چیز کیا ہوگی؟ آخر میں نے سنا کہ آسمان سے کچھ آگ سی ظاہر ہوئی ہے

اخبارات نے اس کو غیر معمولی وقعت دی اور تمام اکناف عالم میں اس کا اظہار ہوا۔ اس آخری دن کے آخری لمحات میں ایک عجیب چیز ظاہر ہوئی جس کا عام چرچا ہوا۔ ہمکو حضور کے بتلائے ہوئے نشانات کو مشاہدہ کرنے کی کسقدر تڑپ رہتی تھی

(۹)

ایک روز حج کے دن آپنے حضرت مولوی نورالدین صاحب کو رقعہ لکھا کہ آپ یہاں کے موجودہ مہمانوں کے نام لکھیں۔ کیونکہ آج حج کا دن ہے میں ان کے لئے دعا کرنی چاہتا ہوں۔ جو دن عید کا دن تھا۔ اور اس سے قبل شب کو الہام ہوا کہ خطبہ عربی میں پڑھیں۔ صبح کی نماز میں آپنے مولوی صاحب سے کہا کہ آپ قلم دوات لاکر میرا خطبہ لکھیں آپنے خطبہ پڑھا۔ یہ خطبہ حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ اور مولوی عبدالکریم صاحب نے قلمبند کیا۔ آپ کرسی پر تشریف رکھتے تھے۔ ہر کلمہ پہ آپ کی آواز بدل جاتی تھی۔ آپنے یہ بھی فرمایا تھا کہ جس لفظ کا پتہ نہ ملے اسے دوران خطبہ میں ہی پوچھ لیں بعد میں میں نہ بتلا سکوں گا۔ جب خدا کی طرف سے الہام منقطع ہوا۔ آپنے خطبہ بند کر دیا غرض ایسے ایسے نشانات ہم ان دنوں میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے دیکھتے تھے۔

(۱۰)

آخری ایام کی ایک بات

حضور آخری ایام میں لاہور تشریف لیگئے۔ ایک ماہ تک وہاں قیام فرما رہے۔ میں بھی آپ کو ملنے کے لئے وہاں گیا اور مولوی محمد علی صاحب صرف ایک دن کیلئے گئے تھے۔ جب ہم واپس آنے لگے تو حضرت کا رقعہ مولوی محمد علی صاحب کو ملا کہ جانے سے قبل مجھے ملکر جانا۔ میں نے بھی چاہا کہ مصافحہ کر لوں میں مصافحہ کر کے پیچھے ہٹ گیا۔ کہ شاید آپنے کوئی پرائیوٹ بات کرنی ہوگی۔ جب میں پیچھے ہٹ کر بیٹھنے لگا تو آپنے فرمایا۔ کہ آپ بھی آگے آ جاویں۔ پھر آپنے فرمایا کہ

"مجھے لنگر خانہ کے اخراجات کی بابت بہت تکلیف ہے۔ بعض اوقات مہمان کو ایک چیز چاہیئے مگر وہ نہیں ملتی تو یہ غم میری روح کو کھا جاتا ہے"

ایک ماہ تک حضور اس سفر میں وہاں مقیم رہے پھر وہیں حضور کا وصال ہو گیا۔ پھر آپ خود نہیں بلکہ آپ کا جنازہ قادیان میں آیا۔

امریکہ میں نومسلموں نے تین ہزار کی رقم تحریک جدید میں پیش کی۔

صوفی مطیع الرحمان صاحب ایم۔ اے لکھتے ہیں کہ

تحریک جدید کے متعلق امریکہ کے احباب کو آگاہ کرنے کا کام کم و بیش ختم ہو چکا ہے امریکہ میں کل رقم موعودہ ایک ہزار اور اکاسٹھ ڈالر تک پہنچ گئی ہے۔ اس تحریک کے سلسلہ میں چند ایک امور ایسے ہیں جن کا ذکر کرنا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔

انڈیانا پولیس (Indiana Police.) میں جہاں میں نے سب سے پہلے چندہ کی تحریک کی احباب نے نہایت اخلاص کے ساتھ اس تحریک کو قبول کیا مگر ایک شخص نے امریکہ کی اقتصادی بدحالی کا ایسا رنگ میں ذکر کیا کہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ جذبہ جو میری اپیل سے لوگوں کے دلوں میں پیدا ہوا تھا زائل ہو جائے گا۔ لیکن جب میں نے دوسری تقریر کی جس میں بیان کیا کہ اقتصادی انقلابات کے باوجود بھی قربانی کرنا اور اشاعت اسلام کے کام کو جاری رکھنا ہے۔ تاہم جو لوگ اس میں حصہ لینے کے لئے تیار نہ ہوں وہ اپنے نام واپس لے سکتے ہیں۔ کیونکہ میں کسی کو اس بارے میں مجبور کرنا نہیں چاہتا۔ تو تمام احباب نے جن میں عورتیں اور مرد سب شامل تھے یک زبان ہو کر پورے زور سے کہا کہ "ہم اپنے نام واپس لینا نہیں چاہتے اگر ہم سے ہو سکا تو ہم اس موعودہ رقم سے بھی زیادہ ادا کریں گے۔ بعض نے یہ بھی کہا کہ" خواہ ہمیں جان قربان کرنی پڑے ہم یہ رقم ضرور ادا کرینگے "۔

شکاگو میں متعدد احباب کئی سال سے بیکار ہیں اور میں ان سے کسی قسم کے وعدے کی امید نہ رکھتا تھا مگر میری حیرانی کی کوئی انتہا نہ رہی۔ جب انھوں نے ایک کثیر رقم کی ادائیگی کا ذمہ لیا۔ اگرچہ انھوں نے ابھی تک کسی معین رقم کا وعدہ نہیں کیا۔ مگر انھوں نے کہا ہے کہ وہ ضرور کافی رقم ادا کرینگے

دوسرے بعض شہروں میں بھی ایسا ہی ہوا۔ میں نے بعض دوستوں کو ان کی مشکلات دیکھ کر چندہ کی موعودہ رقم کو کم کرنے کے لئے کہا۔ تاکہ وہ اسے بخوبی ادا کر سکیں مگر ان کا اخلاص اور جوش اس حد تک بڑھا ہوا تھا کہ وہ اپنے وعدوں میں سے ایک پائی بھی کم کرنے پر آمادہ نہ ہوئے۔

مسٹر بارکلے بہت سی مالی مشکلات میں مبتلا تھے اور میں ان سے پانچ ڈالر کی بھی امید نہ رکھتا تھا۔ مگر حال میں ان کی تنگی کو خدا تعالیٰ نے خوشحالی سے بدل دیا جسکا مجھے کوئی علم نہ تھا۔ انھوں نے تین سو روپیہ (ایک سو آٹھ ڈالر) دینے کا وعدہ کیا ہے

یہ تمام باتیں اس امر کو بالتصریح ثابت کرتی ہیں کہ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی تحریک جدید کے اندر اللہ کی مشیت اور طاقت کام کر رہی ہے

میں حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت مبارک میں مبارکباد پیش کرتا ہوا ملتجی ہوں کہ آپ ان تمام احباب کے لئے جنھوں نے وعدے کئے ہیں دعا فرمائیں۔

(مطیع الرحمن ایم۔ اے بنگالی)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ملفوظات

سلسلہ کے لئے دیکھو اخبار الحکم جلد ۳۸ نمبر ۲۶۔ مؤرخہ ۲۱ جولائی ۱۹۳۵ء

ہدایت رحمانیت الٰہی سے ملتی ہے

پس اھدنا الصراط المستقیم۔ الرحمٰن کے بالمقابل ہے۔ کیونکہ ہدایت پانا کسی کا حق تو نہیں ہے۔ بلکہ محض رحمانیت الٰہی سے یہ فیض حاصل ہو سکتا ہے۔ اور صراط الذین انعمت علیھم۔ الرحیم کے بالمقابل ہے۔ کیونکہ اس کا ورد کرنے والا رحیمیت کے چشمہ سے فیض حاصل کرتا ہے۔ اور اس کے یہ معنی ہیں کہ اے رحم خاص سے دعاؤں کے قبول کرنیوالے ان رسولوں اور صدیقوں اور شہیدوں اور صالحوں کی راہ ہم کو دکھا۔ جنہوں نے دعا اور مجاہدات میں مصروف ہو کر تجھ سے انواع و اقسام کے معارف اور حقایق اور کشوف اور الہامات کا انعام پایا۔ اور دائمی دعا اور تضرع۔ اور اعمال صالحہ سے معرفت تامہ کو پہنچے۔

رحیمیت کے مفہوم میں نقصان کا تدارک کرنا لگا ہوا ہے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے۔ کہ اگر فضل نہ ہوتا تو نجات نہ ہوتی۔ ایسا ہی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا نے آپؐ سے سوال کیا کہ یا حضرت کیا آپ کا بھی یہی حال ہے۔ آپ نے سر پر ہاتھ رکھا اور فرمایا ہاں۔ نادان اور احمق عیسائیوں نے اپنی نافہمی اور ناواقفی کی وجہ سے اعتراض کئے ہیں۔ لیکن وہ نہیں سمجھتے کہ یہ آپکی کمال عبودیت کا اظہار تھا جو خدا تعالےٰ کی ربوبیت کو جذب کر رہا تھا۔ ہم نے خود تجربہ کرکے دیکھا ہے۔ اور متعدد مرتبہ آزمایا ہے۔ بلکہ ہمیشہ دیکھتے ہیں۔ کہ جب انکسار اور تذلل کی حالت انتہا کو پہنچتی ہے۔ اور ہماری روح اس عبودیت اور فروتنی میں بہ نکلتی ہے۔ اور آستانہ حضرت واہب العطایا پر پہنچ جاتی ہے۔ تو ایک روشنی اور نور اوپر سے اترتا ہے۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے ایک نالی کے ذریعہ سے مصفا پانی دوسری نالی میں پہنچتا ہے۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت جس قدر بعض مقامات پہ فروتنی اور انکساری میں کمال پر پہنچی ہوئی نظر آتی ہے۔ وہاں معلوم ہوتا ہے کہ اسی قدر آپ روح القدس کی تائید اور روشنی سے مؤید اور منور ہیں۔ جیسا کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عملی اور فعلی حالت سے دکھایا ہے یہانتک کہ آپکے انوار و برکات کا دائرہ اس قدر وسیع ہے کہ ابد الآباد تک اس کا نمونہ اور ظِل نظر آتا ہے۔ چنانچہ اس زمانہ میں بھی جو کچھ خدا تعالےٰ کا فیض اور فضل نازل ہو رہا ہے وہ آپ ہی کی اطاعت اور آپ ہی کی اتباع سے ملتا ہے۔ میں سچ کہتا ہوں کہ کوئی شخص حقیقی نیکی کرنیوالا نہیں ٹھیر سکتا۔ اور ان انعام و برکات اور معارف اور حقایق اور کشوف سے بہرہ ور نہیں ہو سکتا۔ جو اعلیٰ درجہ کے تزکیہ نفس پر ملتے ہیں۔ جب تک کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں کھویا نہ جائے اور اس کا ثبوت خود خدا تعالےٰ کے کلام سے ملتا ہے قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یُحببکم اللہ۔

اور خدا تعالےٰ کے اس دعوے کے عملی اور زندہ دلیل میں ہوں۔ اُن نشانات کے ساتھ جو خدا تعالےٰ کے محبوبوں اور ولیوں کے قرآن شریف میں مقرر ہیں۔ مجھے شناخت کرو۔ غرض نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کا کمال یہانتک ہے کہ اگر کوئی بڑھیا بھی آپکا ہاتھ پکڑتی تھی۔ تو آپ کھڑے ہو جاتے تھے۔ اور اس کی باتوں کو نہایت توجہ سے سنتے۔ اور جب تک کہ وہ خود آپ کو نہ چھوڑتی آپ نہ چھوڑتے تھے۔ اور پھر غیر المغضوب علیھم ولا الضالین۔ مٰلک یوم الدین کے مقابل ہے اس کا ورد کرنیوالا چشمہ مٰلک یوم الدین سے فیض پاتا ہے۔ جس کا مطلب اور مفہوم یہ ہے کہ اے جزا سزا کے دن کے مالک ہمیں اس سے بچا کہ یہودیوں کی طرح جو دنیا میں طاعون وغیرہ بلاؤں کا نشانہ ہوگئے اور اس کے غضب سے ہلاک ہوگئے۔ یا نصاریٰ کی طرح نجات کی راہ کھو بیٹھیں۔ اس میں یہود کا نام مغضوب اس لئے رکھا گیا ہے کہ ان کی شامتِ اعمال سے بھی ان پہ عذاب آیا۔ کیونکہ انہوں نے خدا تعالےٰ کے پاک نبیوں اور راستبازوں کی تکذیب کی اور بہت سی تکلیفیں پہنچائیں اور یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیئے کہ خدا تعالےٰ نے جو یہاں سورہ فاتحہ میں یہودیوں کی راہ سے بچنے کی ہدایت فرمائی اور اس سورۃ کو الضالین پر ختم کیا۔ یعنی ان کی راہ سے بھی بچنے کی ہدایت فرمائی تو اس میں کیا سر تھا۔ اس میں یہی راز تھا۔ امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی ایک قسم کا زمانہ آنیوالا ہے۔ جب کہ یہود کی تتبع کرنے والے ظاہر پرستی کریں گے۔ اور استعارات کو حقیقت پر حمل کرکے خدا کے راستباز کی تکذیب کے لئے اٹھیں گے۔ جیسا کہ یہود نے مسیح ابن مریم کی تکذیب کی تھی۔ اور انہیں یہی مصیبت پیش آئی کہ انہوں نے اس کی تاویل پہ ٹھٹھا کیا۔ اور کہا کہ اگر خدا کا یہی مطلب تھا۔ کہ ایلیا کا مثیل آئے گا۔ تو کیوں خدا نے اپنی پیشگوئی میں اس کی صراحت نہ کی۔ غرض اسی روش اور طریق پر اس وقت ہمارے مخالفوں نے بھی قدم مارا ہے۔ اور میری تکذیب اور ایذا دہی میں انہوں نے کوئی دقیقہ باقی نہیں چھوڑا۔ یہانتک کہ میرے قتل کے فتوے دئیے۔ اور طرح طرح کے حیلوں اور مکروں سے مجھے ذلیل کرنا اور نابود کرنا چاہا۔ اگر خدا تعالےٰ کے فضل سے گورنمنٹ برطانیہ کا اس ملک میں راج نہ ہوتا۔ تو یہ مدت سے میرے قتل سے دل خوش کر لیتے۔ مگر خدا تعالےٰ نے ان کو ان کی مراد میں نامراد کیا۔ اور وہ جو اس کا وعدہ تھا کہ واللہ یعصمک من الناس وہ پورا ہوا۔

غرض اس دعا میں غیر المغضوب کا فرقہ مسلمانوں کے ایک گروہ کی اس حالت کا پتہ دیتا ہے۔ جو وہ مسیح موعودؑ کے مقابل مخالفت اختیار کریگا۔ اور ایسا ہی الضالین سے مسیح موعود کے زمانہ کا پتہ لگتا ہے۔ کہ اس وقت صلیبی فتنہ کا زور اپنے انتہائی نقطہ پر پہونچ جائے گا۔ اس وقت خدا تعالےٰ کی طرف سے جو سلسلہ قایم کیا جائے گا۔ وہ مسیح موعودؑ ہی کا سلسلہ ہوگا۔ اور اسی لئے احادیث میں مسیح موعود کا نام خدا تعالےٰ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت کاسر الصلیب رکھا ہے۔ کیونکہ یہ سچی بات ہے۔ کہ ہر ایک مجدد فتن موجودہ کی اصلاح کے لئے آتا ہے۔ اب اس وقت خدا کے لئے سوچ تو کیا معلوم نہ ہوگا۔ کہ صلیبی نجات کی تائید میں قلم اور زبان سے وہ کام لیا گیا ہے۔ کہ اگر صفحات عالم کو ٹٹولا جائے تو باطل پرستی کی تائید میں یہ سرگرمی اور زمانہ میں ثابت نہ ہوگی۔ اور جبکہ صلیبی فتنہ کے حامیوں کی تحریریں اپنے انتہائی نقطہ پر پہونچ چکی ہیں۔ اور توحید حقیقی اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی عفت۔ عزت اور حقانیت اور کتاب اللہ کے منجانب اللہ ہونے پر ظلم اور زور کی راہ سے حملے کئے گئے ہیں۔ تو کیا خدا تعالےٰ کی غیرت کا تقاضا نہیں ہونا چاہیئے۔ کہ اس کاسر الصلیب کو نازل کرے؟؟ کیا خدا تعالےٰ اپنے وعدہ انا نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحٰفظون کو بھول گیا؟ یقیناً یاد رکھو کہ خدا کے وعدے سچے ہیں۔ اس نے اپنے وعدہ کے موافق

دنیا میں ایک نذیر بھیجا ہے۔ دنیا نے اس کو قبول نہ کیا۔ مگر خدا تعالیٰ اس کو ضرور قبول کرے گا۔ اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی کو ظاہر کرے گا۔

میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ

میں خدا تعالیٰ کے وعدہ کے موافق

مسیح موعود ہو کر آیا ہوں۔ چاہو تو قبول کرو

چاہو تو رد کرو۔

مگر تمہارے رد کرنے سے کچھ نہ ہوگا۔ خدا تعالیٰ نے جو ارادہ فرمایا ہے وہ ہو کر رہے گا۔ کیونکہ خدا تعالےٰ نے پہلے سے براہین میں فرما دیا ہے

صَدَقَ اللّٰہُ وَ رَسُوْلُہٗ وَکَانَ

وَعْداً مَّفْعُوْلاً

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ

حضرت حبیب الرحمان صاحب رضی اللہ عنہ رئیس حاجی پورہ

حضرت منشی حبیب الرحمٰن صاحب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پرانے خدام میں سے تھے۔ بلکہ اگر یوں کہوں کہ ان کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عشق تھا۔ تو اس میں قطعاً کوئی مبالغہ نہ ہوگا۔ نہایت اعلیٰ درجہ کے منتظم اور اعلیٰ درجہ کے منتظم، مالی معاملات میں خاص طور پر قابلیت رکھتے تھے۔ ایک اعلیٰ درجہ کے صوفی اور باخدا انسان تھے۔ ان کا تذکرہ ان کے فرزند رشید منشی کلیم الرحمٰن صاحب کلرک بیت المال نے لکھا ہے۔ جسے میں الحکم کے ناظرین تک باقساط پہنچانے کی سعی کرونگا وباللہ التوفیق۔ (ایڈیٹر)

شجرۂ نسب

حضرت شہنشاہ عالمگیر کے زمانہ میں جبکہ اشاعت اسلام اور تبلیغ اسلام کی طرف خاص طور پر توجہ تھی ایک بزرگ لالہ دنی چند صاحب ساکن بوڈھانہ ضلع مظفر نگر کے تھے جن کو اپنے مسلمان احباب کی صحبت حاصل تھی۔ یہ صاحب قوم کے کائستھ گوت بھٹناگر تھے اپنے والد کی حیات ہی میں وہ تعلیم اسلام سے واقف ہو کر مسلمان ہو چکے تھے۔ گو سوائے ان کے مسلمان احباب کے کسی کو انکے اسلام کے قبول کرنے کا حال معلوم نہ تھا تاہم ان کے والدین کو شک تھا کہ دنی چند مسلمان ہے باقاعدہ پابندی کے ساتھ مگر پوشیدہ طور پر نماز اور قرآن شریف پڑھتے تھے چونکہ اس ملک ہند میں صرف یہی ایک قوم تھی جس نے مسلمانوں کے آنے پر علم فارسی وغیرہ پڑھی تھی اسلئے دربار شاہی میں اس قوم کے لوگ بڑے جلیل القدر عہدوں پر مامور تھے۔ عہدہ محاسب تو اس قوم کیلئے مخصوص ہو چکا تھا۔ لالہ دنی چند صاحب چار بھائی تھے ان کی شادیاں ہو چکی تھیں اور صاحب اولاد تھے ایک دفعہ لالہ صاحب کی ایک شیر خوار بچی فوت ہو گئی چونکہ ایسے بچے کو ہنود دفن کیا کرتے تھے۔ یہ لڑکی بھی دفن کر دی گئی۔ لالہ دنی چند صاحب نے اپنے مسلمان دوستوں سے کہا کہ مسلمان کے بچہ کو بلا نماز جنازہ اور غسل کے دفن نہیں ہونا چاہیئے اس واسطے وہ رات کو اس جگہ گئے۔ اور بچہ کو نکالا۔ غسل کفن اور نماز جنازہ کے بعد دفن کیا۔ مسلمانوں کی طرح قبر بنائی۔ یہ ایک باغ میں قبر تھی۔ جو بڑا باغ کے نام سے مشہور اور ان کی ملکیت تھا۔ صبح کو مالی نے اطلاع دی کہ باغ میں قبر بنی ہوئی ہے ان کے والد صاحب نے سنا اور خاموش ہو گئے اور لالہ دنی چند سے کہا کہ اگر تمہارا خیال اسلام کی طرف ہے۔ تو اپنا اسلام ظاہر کر دو۔ چنانچہ انھوں نے اپنا اسلام ظاہر کر دیا اور اسلامی نام عبد الدائم رکھا۔ یا آخر حضرت شیخ عبد الدائم شہید کے نام سے مشہور ہوئے۔ ان کے تینوں بھائی معہ زن و بچہ مسلمان ہو گئے۔ ان چاروں بھائیوں نے یہ طے کیا کہ آئندہ شادیاں بھی ہم آپس میں ہی کرینگے۔ اور کسی خاندان میں نہ کریں گے۔ چنانچہ اب تک یہ طریق جاری ہے سوائے میرے چھوٹے بھائی مسعود الرحمان کے ہم بھائیوں کی شادیاں بھی اسی عہد سے ہوئیں ہیں۔

شیخ عبد الدائم صاحب دربار شاہی میں صوبہ دار (جس کو آجکل گورنر کہا جاتا ہے) تھے۔ انھوں نے بکثرت مساجد تعمیر کرائیں۔ جن میں سے اکثر اس وقت تک موجود ہیں۔ بوڈھانہ ضلع مظفر نگر میں بڑی مسجد اور سہارنپور کی شاہی مسجد انہی کی تعمیر کردائی ہوئی ہیں اور اچھی حالت میں ہیں۔

میرے بڑے بیٹے لطیف الرحمٰن بی۔ اے تک ۱۷ سولہ پشتیں ہوتی ہیں۔ شاہان ہند نے اُن کی قوم شیخ قانون گو تجویز کی اور عہدہ قانگوئی جو اس وقت مال کی لائن میں بڑا عہدہ تھا (اور آجکل فنانشل کمشنر ہے) اس خاندان کے واسطے موروثی عہدہ قرار دیا۔ چنانچہ میرے سر دو دادا صاحبان بھی گورنمنٹ میں سب سے پہلے قانون گو مقرر ہوئے۔

کیونکہ انگریزی گورنمنٹ نے بھی اس خاندان کے اس حق کو قبول کر لیا تھا۔ لیکن بعد میں اس خاندان کا تعلق ریاست سے ہو گیا تو ہمارے کنبہ سے یہ بات جاتی رہی یا یہ کہ ہم نے خود چھوڑ دیا۔

میرے پردادا شیخ امیر علی صاحب مرحوم نے اپنی سکونت کسی رشتہ کی وجہ سے بوڈھانہ ضلع مظفر نگر سے قصبہ سرادہ ضلع میرٹھ میں منتقل کر لی تھی۔ یہ بھی چار بھائی تھے۔ جن میں سے شیخ امیر علی صاحب مرحوم قصبہ سرادہ ضلع میرٹھ میں آ گئے۔ شیخ امیر علی صاحب کے دو فرزند ۱۔ حضرت مولوی حاجی ولی اللہ صاحب مرحوم سابق سشن جج ریاست کپورتھلہ ۲۔ اور مولوی شیخ ابو القاسم صاحب مرحوم جو علاقہ اودھ جاگیر ریاست کپورتھلہ میں اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنری کے عہدہ پر فائز تھے۔ یہ عہدہ ریاست میں مشیر مالی (کلکٹر) کا ہوتا ہے

حاجی ولی اللہ صاحب مرحوم کے کوئی اولاد نہ ہوئی اور مولوی ابو القاسم صاحب مرحوم کے دو فرزند ہوئے ۱۔ حافظ فضل الرحمان صاحب اور ۲۔ منشی حبیب الرحمٰن صاحب احمدی رضی اللہ عنہ (میرے والد صاحب)

حضرت حاجی محمد ولی اللہ صاحب نے ان ہر دو برادران میں سے میرے والد بزرگوار حضرت منشی حبیب الرحمٰن صاحب رضی اللہ عنہ کی پرورش بطور فرزند فرمائی اور ہر قسم کی تعلیم و تربیت فرمائی۔ اور خداتعالیٰ نے میرے والد صاحب مرحوم و مغفور کو سلسلہ عالیہ احمدیہ میں داخل ہونے کی توفیق عطا فرمائی۔ لیکن میرے تایا (حافظ فضل الرحمان صاحب) داخل سلسلہ عالیہ نہیں ہوئے

سلسلہ عالیہ احمدیہ میں داخل ہونیکے اسباب اور وجوہات

جب براہین احمدیہ طبع ہوئی اور غالباً ۱۸۸۵ء میں چار اشتہار جن پر حضرت مرزا صاحب علیہ السلام کا نام لکھا ہوا تھا۔ حضرت حاجی ولی اللہ صاحب مرحوم کے پاس پہونچے۔ اور ساتھ ہی ایک خط تھا جو مرزا سلطان احمد صاحب مرحوم کا لکھا ہوا تھا۔ یہ براہین احمدیہ کا اشتہار تھا۔ اور اپنے آپ کو مجدد لکھا ہوا تھا۔ اور لکھا تھا کہ ایک اشتہار آپ رکھ لیں اور باقی اپنے دوستوں میں تقسیم کر دیں۔ وہ خط اور اشتہار حاجی صاحب مرحوم نے والد صاحب مرحوم کو دیدیئے

اس وقت والد صاحب کی عمر ۱۲ سال سے کچھ زیادہ ہوگی۔ جناب حاجی صاحب مرحوم نے حضرت مرزا صاحب علیہ السلام کی خدمت میں ایک خط لکھا۔ جس میں لکھا کہ آجکل لوگ روپیہ کمانے کے واسطے ایسی ہی دکانیں بنا لیتے ہیں۔ حضرت مرزا صاحب علیہ السلام نے اُس کا جواب نا ملائمی سے دیا۔ یہ خط بھی حاجی صاحب نے والد صاحب مرحوم کو دیدیا۔ (جو اخبارات میں طبع ہو چکا ہے) اس کا جو جواب حاجی صاحب نے دیا اُس کی نقل بھی والد صاحب مرحوم کو دیدی اس میں دس سوال تحریر تھے۔ لکھا تھا کہ اگر آپ مجدد ہیں تو ان کا جواب دیں۔ جواب میں توقف ہونے پر باتیادی دو سوال پھر خط لکھا۔ اُن کی نقل بھی والد صاحب کو دیدی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جواب دیا۔ لیکن حاجی صاحب مرحوم کو کچھ اطمینان نہ ہوا۔ اور خاموش ہو گئے (یہ خط بھی طبع ہو چکا ہے)

کچھ دن کے بعد ایک مولوی صاحب لودھیانہ سے کپورتھلہ آئے۔ اور وہ ملنے کے واسطے حاجی صاحب کے پاس بھی گئے۔ اُس مولوی نے حضرت مرزا صاحب علیہ السلام کو کافر ظاہر کیا اور کہا کہ اُس نے قرآن شریف میں تحریف کی ہے لکھا ہے کہ انا انزلنا قریباً من القادیان ہونا چاہیئے

یہ تمام گفتگو والدصاحب مرحوم نے بھی سنی۔ اسوقت اُن کی عمر پندرہ سال کی ہوگی۔ اس سے بہت قریب زمانہ میں ایک شخص نے حاجی صاحب مرحوم کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا کہ میں نے براہین احمدیہ منگائی ہے۔ آپ نے اس سے مطالعہ کے واسطے طلب کی اور تیسرا اور چوتھا حصہ مطالعہ فرمایا۔ اس کے بعد ایک طویل خط حضرت مرزا صاحبؑ کی خدمت بابرکت میں تحریر فرمایا اور اظہار عقیدت فرمایا اور پہلی بدگمانی کرنے کی وجہ کا سبب ظاہر کرکے معافی طلب کی اور لکھا کہ:۔

"آپ کے نزول کی ہندوستان ہی میں ضرورت تھی۔ اللہ کریم ان اشارات اور وعدوں کو جو آئندہ آپ کو عطا فرمانے کا وعدہ ہے جلد پورا فرمائے"

اور براہین احمدیہ طلب کی (جو اسوقت تک ہمارے کتب خانہ میں موجود ہے) یہ خط بھی اخبار بدر میں طبع ہو چکا ہے۔ اس کے بعد خط و کتابت جاری رہی۔ لیکن حاجی صاحب مرحوم کی علالت کے باعث یہ خط و کتابت جاری نہ رہ سکی۔

حضرت مرزا صاحب کے اشتہارات اور کتابیں برابر آتی رہیں۔ یہاں تک کہ حضرت مرزا صاحبؑ نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا۔ یہ حضرت حاجی صاحب مرحوم کا آخری وقت تھا لیکن والد صاحب مرحوم حاجی صاحب کی حیات میں ہی داخل بیعت ہو چکے تھے۔ آپ کو صوم و صلوٰۃ کی پابندی اور مذہبی شغل طالب علمی کے زمانہ سے ہی پوری پوری مستقل تھی۔ آپ ابھی دفتر میں کام آموختہ کیا کرتے تھے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے ایک ٹریکٹ شائع فرمایا۔ اس کے بعد براہین احمدیہ شائع ہوئی پھر فتح اسلام اور توضیح مرام وغیرہ۔

والد صاحب مرحوم نے پہلے ٹریکٹ کا جب مطالعہ کیا تو خواہ مخواہ طبیعت کا رجحان اسطرف ہوا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے خط و کتابت شروع کر دی۔ اور بہت سے سوالات بذریعہ خطوط کے جوابات حاصل کرتے رہے۔ پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے علاوہ دیگر اپنے علماء اور فقہا سے بھی خط و کتابت کرتے رہے جن میں سے سوائے ایک مولوی کے باقی سب نے خاموشی اختیار کی۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق کوئی جواب بن نہ آیا۔ ایسا ہی عیسائیت وغیرہ کے متعلق بھی بہت سا مطالعہ والد صاحب مرحوم نے کیا

اس عرصہ میں میرے ماموں حضرت منشی ظفر احمد صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کرلی تھی۔ اُن کے ذریعہ بہت سے حالات معلوم ہوتے رہے

براہین احمدیہ کے طبع ہونے کے بعد ایک مرتبہ ماموں حضرت ظفر احمد صاحب قادیان کو جارہے تھے (حاجی صاحب مرحوم بھی حضرت مسیح موعودؑ کے متعلق براہین احمدیہ وغیرہ مطالعہ کرکے انتظار میں تھے) اسوقت والد صاحب نے بھی حاجی صاحب سے قادیان جانے کی اجازت چاہی۔ مگر انھوں نے جواب دیا کہ ابھی ٹھہرو۔ چنانچہ

انہی ایام میں حضرت مسیح موعود اور مہدی ہونیکا دعویٰ کردیا۔ اس خبر کو معلوم کرکے خود مریدان حضور کے قدم بھی لغزش کھا گئے۔ کیونکہ کوئی دلائل اور براہان تو تھے ہی نہیں۔ چنانچہ ماموں ظفر احمد صاحب وغیرہ نے آکر بیان کیا کہ دعویٰ مسیح موعود اور مہدی معہود ہونے کا کیا ہے منشی محمد اروڑے صاحب۔ منشی عبداللہ صاحب اور محمد خان صاحب نے فوراً تسلیم کرلیا۔

اس کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فتح اسلام۔ توضیح مرام اور ازالہ اوہام میں دلائل وغیرہ پیش کردیئے۔ اور سب کو آپکے دعوے مہدویت اور مسیحیت کی خبر پہنچ گئی۔ چنانچہ والد صاحب مرحوم نے لودھیانہ میں حاضر ہوکر بیعت کی۔ ماموں ظفر احمد صاحب بھی ہمراہ تھے۔ والد صاحب بتلایا کرتے تھے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے عرصہ سے خط و کتابت کا سلسلہ تو جاری تھا ہی۔ جب آپ حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تو حضور نے مہندی لگائی ہوئی تھی۔ دو آدمی اور بھی ہمراہ تھے وہ دونوں بھی بیعت کی غرض سے حاضر ہوئے تھے۔ اُسوقت غالباً اسّی یا اسّی سے کم بیعت کنندگان کی تعداد ہو چکی تھی۔ اور حضورؑ عام بیعت بھی نہ لیتے تھے۔ علیحدگی میں ایک ایک آدمی سے بیعت دارالبیعت لدھیانہ میں لیتے تھے۔

چنانچہ پلنگ پر وہ خدا کا مرسل جلوہ افروز تھا پائنتی کی جانب والد صاحب مرحوم بیٹھ گئے۔ ماموں ظفر احمد صاحب نے عرض کیا کہ حبیب الرحمٰن بیعت کے لئے آئے ہوئے ہیں حضور نے تھوڑے سکوت کے بعد فرمایا کہ حبیب الرحمٰن کی بیعت میں لے لوں گا یہ مستقل آدمی ہیں۔ مگر دوسرے شخصوں سے کہدو کہ ابھی ٹھیریں اور غور کریں۔ چنانچہ انھیں کہا گیا مگر وہ نہ ملنے اسطرح مکرر اور سہ کرر بھی ان کو سمجھایا گیا۔ مگر وہ اپنے ارادہ پر مصر رہے کہ ہم نے بیعت ضرور کرنی ہے۔ چنانچہ حضور علیہ السلام نے پہلے حضرت والد صاحب کی بیعت لی۔ پھر ان دونوں شخصوں کی۔ مگر افسوس کہ وہ دونوں کچھ عرصہ کے بعد مرتد ہو گئے۔

رشتہ داری

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بعض واقعات سن کر جب احمدیوں کی لڑکیاں غیر احمدی رشتہ داروں میں بیاہی جاتی ہیں اور سسرال میں بوجہ اختلاف عقائد تکلیف اٹھاتی ہیں یا بمجبوری اُن کو احمدیت ترک کرنی پڑتی ہے۔ جو والدین سے بھی قطع تعلق کا باعث ہوتی ہے۔ اسواسطے حضور علیہ السلام نے حکم دیا کہ آئندہ احمدیوں سے باہمی رشتہ داری کا سلسلہ جاری ہو۔ اور یہ بھی حکم دیا کہ غیر احمدیوں کی لڑکی لے لینا کچھ مضائقہ نہیں کیونکہ وہ احمدیوں میں آکر اور حالات سے واقف ہوکر صداقت مسیح موعود قبول کرلیگی۔

خدا کے فضل سے ہم سات بھائی اور دو بہنیں ہیں۔ میرے بڑے بھائی محب الرحمان صاحب کی شادی کیوقت جو ہمارے ماموں کے گھر میں ہوئی یہ سوال اُٹھایا گیا کہ لڑکا اور اس کا والد احمدی ہونے کے باعث کافر ہیں۔ اسلیئے یہ رشتہ قائم نہیں رہنا چاہئے۔ لیکن لڑکی کے والد نے کچھ التفات نہ کی یہ باتیں اس طرح کی گئیں کہ والد صاحب مرحوم کو اس کی اطلاع شادی سے قبل نہیں ہوئی۔ لیکن رفتہ رفتہ مولویوں کا شور بڑھتا گیا۔ اور نادانوں نے اُن کے کفر کو قبول کیا جس کے باعث ہم دو بھائیوں میں سے جن کے رشتہ برادری میں ہو چکے تھے ٹوٹ گئے جن گھروں سے رشتہ ٹوٹے انھوں نے خود قطع تعلق کیا۔ میں نے خود اُن کے گھروں میں تباہی اور بربادی آتی ہوئی دیکھی۔ رشتہ داری میں لڑکیاں دیکھی جاتی ہیں۔ اور حالات معلوم ہوتے ہیں اسلیئے چنداں خیال نہیں ہوتا۔ غیر رشتہ داروں میں نیا تعلق پیدا کرکے لڑکیوں کے حالات سے واقف ہونا بہت مشکل ہوتا ہے

بعض جگہ گفتگو ہوئی۔ مگر والد صاحب کی محتاط طبیعت نے بلا اطمینان رشتہ کرنا نہ چاہا۔ انسان کا فرض ہے کہ اپنے جانشین کے واسطے بہترین موقعہ تلاش کرے۔ والد صاحب مرحوم کو غور و تدبر کی عادت نے ان کو جس قدر اس بات کی تمیز دی تھی۔ اسی قدر اُن کے مزاج میں وہمیت پیدا ہوگئی تھی۔ اسلیئے کئی جگہ خط و کتابت کے بعد اُن کو خاموشی اختیار کرنا پڑی۔ ہم تین بھائیوں کی شادی ہو چکی تھی جو ہمارے قریبی رشتہ دار تھے۔ برادر عزیز مسعود الرحمٰن سلمہ کے واسطے والد صاحب کو رشتہ کی ضرورت تھی۔ کیونکہ غیر شادی شدہ بھائیوں میں سب سے بڑے تھے۔

شاہجہانپور میں بابو محمد علی خان صاحب کی ایک لڑکی کی شادی حضرت مفتی محمد صادق صاحب کے فرزند مفتی عبدالسلام صاحب سے ہوئی تھی۔ پہلے اُن میں تعلقات رشتہ داری نہ تھے۔ اس شادی کی تقریب میں والد صاحب مرحوم شاہجہانپور تشریف لیگئے تھے والد صاحب مرحوم شاہجہانپور کے احمدیوں کی حالت دینی۔ عملی نمونہ۔ اخلاص اور تمدن وغیرہ کو دیکھ کر بہت تعریف فرمایا کرتے تھے۔ خانصاحب موصوف نے شاہجہانپور سے قادیان میں اپنی سکونت تبدیل کی اور کچھ دنوں کے بعد ایسے واقعات پیش آگئے کہ ہماری طرف سے عزیز مسعود الرحمٰن صاحب کے لئے اُن کی تیسری لڑکی کے متعلق گفتگو کرنے کی جرأت ہوئی جو حضرت مفتی محمد صادق صاحب کی امداد سے تکمیل کو پہنچی۔ خانصاحب موصوف نے استخارہ کے لئے کہا اور خود بھی استخارہ کیا۔ چنانچہ بعد دعا استخارہ یہ تعلق خدا تعالیٰ کی عین منشاء کے ماتحت قائم ہو گیا۔ خانصاحب کو اطلاع دے دی۔ اور رشتہ پختہ ہو کر شادی ہوگئی الحمد للہ

یہ سب سے پہلا رشتہ غیر برادری میں کیا۔ جو خدا تعالیٰ کے فضل سے مبارک ثابت ہوا۔ کیونکہ خدا تعالیٰ ہی نے تعریف فرمائی تھی۔ "اچھی بہت اچھی"

حضرت مفتی محمد صادق صاحب سے رشتہ داری

اسطرح ہمارے اور حضرت مفتی محمد صادق صاحب کے خاندان سے سلسلہ رشتہ داری جاری ہوگیا۔ ان دونوں خاندانوں کے باہمی تعارف ضروری سمجھ کر یہ شجرہ نسب مرتب کیا گیا ہے جس کی ابتداء میرے والد صاحب حضرت منشی حبیب الرحمان صاحب احمدی کی ذات سے ہے۔ کیونکہ اس خاندان میں سے سب سے پہلے والد صاحب مرحوم ہی تھے جو اوائل زمانہ دعویٰ مسیح موعود حضرت مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نبی آخر الزمان کے ہاتھ پر بمقام لدھیانہ بیعت کرکے سلسلہ عالیہ احمدیہ میں داخل ہوئے اور اُس سے پہلے قریب ہی زمانہ میں حضرت مفتی محمد صادق صاحب نے بیعت کی تھی۔ اسیوقت سے حضرت والد صاحب مرحوم کا تعلق اور محبت حضرت مفتی صاحب سے ہوا۔ اور یوماً فیوماً محبت میں ترقی ہوتی گئی۔ یہاں تک کہ بفضلہ تعالیٰ ہم اور صاحب ممدوح دنیاوی طریق پر بھی رشتہ دار ہو گئے۔ یہ اسی کا فضل ہے کہ ہم نے اپنے رشتہ داروں اور برادری کی کثیر جماعت کو چھوڑا تھا۔ اور حضرت مفتی صاحب کے ساتھ رشتہ داری قائم ہو کر اُن سے بہترین رشتہ دار حاصل ہوا۔ الحمد للہ ثم الحمد للہ

(باقی آئندہ)

مَیں کس طرح احمدی ہوا؟

از جناب عبدالکریم خاں یوسف زئی احمدی آف پونچھ حال ریٹائرڈ اسسٹنٹ ماسٹر گورنمنٹ ہائی سکول کوٹلی (کشمیر)

خاکسار عبدالکریم خان یوسف زئی ولد منشی نواب علی خاں قوم یوسف زئی پٹھان سکنہ پونچھ نومبر ۱۹۰۶ء میں بمقام کرپوپ (جموں) پیدا ہوا۔ میرے تایا صاحب رستم علی خاں صاحب یوسف زئی ایک فقیر آدمی تھے۔ سوائے میرپوری کھدر کے اور کوئی کپڑا کسی قسم کا نہ پہنتے تھے۔ پہلے پہل وہ پرانی پونچھ کے سابقہ بازار میں دوکان کرتے تھے۔ اس تجارت کے دوران میں دوکان کی چوری ہوگئی۔ بہت سا مال کا نقصان ہوگیا۔ پس ازاں بعد ہر ایک دنیاوی کاروبار کو چھوڑ دیا۔ اور قرآن شریف بغل میں لٹکائے ملحقہ دیہاتوں میں دورہ شروع کر دیا۔ جہاں جاتے وعظ نصیحت کرتے۔ اور قرآن شریف کا درس دیتے۔ اسی طرح ان کی ساری عمر گزر گئی۔ اوائل عمر میں جب کہ میں چھٹی جماعت میں تعلیم پا رہا تھا۔ اور میرے والد صاحب پولیس پونچھ میں بعہدہ ہیڈ سارجنٹ بمقام کھوڑہ (علیا باد) تعینات تھے۔ جو خاص شہر پونچھ سے گیارہ میل پر واقعہ ہے۔ ایک دن میں تین یوم کی رخصت لے کر اپنے والدین کو ملنے کے لئے گیا۔ تو وہاں جناب تایا صاحب بھی موجود تھے۔ کیا دیکھتا ہوں کہ میری والدہ صاحبہ ان کو مکی کی روٹی مع مرغ شوربے کے پیش کر رہی ہے۔ مکی کی روٹی بھی تازہ مکھن سے چپڑی ہوئی تھی۔ مگر جناب تایا صاحب بار بار اصرار کر رہے تھے۔ کہ میں گھی والی روٹی اور مرغ کا شوربا ہرگز نہیں کھاتا۔ تم لوگوں کی تنخواہ صرف پندرہ روپیہ ماہوار ہے۔ اسقدر گھی مرغ۔ اپنا خرچ۔ بچوں کی تعلیم کا خرچ آپ کہاں سے لاتے ہیں۔ ضرور ان اشیاء میں رشوت کا حصہ ہوگا۔ اس لئے میں اپنے شکم میں دوزخ کا ایندھن نہیں ڈالتا۔ میرے دیکھتے دیکھتے انہوں نے سوکھی مکی کی روٹی لی۔ اور لقمہ توڑ توڑ کر دوسرے ہاتھ کی ہتھیلی میں ملیا گول کر کے کھاتے رہے۔ اور خوب چٹخارے لگاتے رہے۔ بعد میں ٹھنڈا پانی پی کر شکر الحمدللہ مدت تک کرتے رہے۔ پھر قرآن شریف کھول کر خوب سریلی آواز سے پڑھنا شروع کر دیا۔ ایک ایک لفظ کے کئی کئی زبانوں میں معنی کرتے چلے جاتے تھے۔ پس یہی ان کا ورد ہوا کرتا تھا۔ اگر کوئی نیا کپڑا ان کو تحفہ دیا جاتا۔ تو غریب مسکینوں کو بانٹ دیتے۔ خود پھر وہی پھٹے ہوئے پرانے میرپوری کھدر کے کپڑے لگاتے۔ تہجد کے بہت شیدا تھے۔ آدھی رات کو اٹھ کر صبح کی نماز تک الٰہی ذکر کا آواز آتا رہتا تھا۔ عموماً وہ مکان کی چھت پر سویا کرتے تھے۔ لیکن سردیوں میں بالاخانہ وغیرہ میں۔ دیگوچھ ایک گرم آب و ہوا والا مقام ہے۔ ایک رات کو تہجد میں مستغرق تھے۔ کسی غیبی ہستی نے جناب تایا صاحب کو ان کی چھت پہ چارپائی سے اٹھا کر صحن میں دے مارا۔ جس صدمہ سے ان کی دائیں ٹانگ ٹوٹ گئی۔ اور کتنا ہی عرصہ زیر علاج رہے۔ جب ان سے اس معاملہ سے متعلق دریافت کیا گیا۔ تو فرمایا جنات میں سے مسلمان جن بھی ہوا کرتے ہیں۔ اور وہ قرآن شریف کی تلاوت پر بہت عاشق ہوتے ہیں شاید مجھے آج اٹھنے میں دیر ہوگئی۔ تو اس لئے انہوں نے غصہ سے مجھے یاددہانی اس طریق پر کرائی کہ مجھے مکان سے نیچے گرا دیا ہے۔ ایک دفعہ مجھے پختہ یاد ہے کہ میری والدہ صاحبہ نے ایک دن دوران تلاوت قرآن کریم جناب تایا صاحب سے دریافت کیا۔ کہ بھائی صاحب یہ تو بتلائیے۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ آسمان پہ اب تک موجود ہیں؟ آپ کو قرآن شریف سے کیا پتہ ملتا ہے۔ اس پہ میرے روبرو انہوں نے فرمایا:-

خدا کی باتیں خدا ہی جانتے۔ مجھے تو قرآن شریف سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ ثابت نہیں ہوتے۔

یہ پہلی آواز تھی جو میرے کان میں پڑی۔ بجائیکہ میرے مکرم تایا صاحب مرحوم و مغفور کے فرزندان منشی احمدالدین صاحب حال پونچھ ہاؤس قادیان و منشی محمدالدین صاحب مرحوم (جس کا فرزند مسمی عبدالعزیز گونگا مرزا بشیر احمد صاحب ناظر تعلیم و تربیت کے پاس آج تک موجود ہے) ان دنوں بھی احمدی موجود تھے۔ میرے دوسرے تایا صاحب منشی راجو کی خانصاحب یوسف زئی مرحوم کے فرزند مولوی خوشی محمد خانصاحب یوسف زئی زرگر حال کالا گجراں (جہلم) بھی احمدی تھے۔ ان دنوں پونچھ میں جماعت احمدیہ کافی تھی۔ اور غالباً اختلاف نہ تھا۔ ان کی سوسائیٹی میں مجھے اتنا ضرور یاد ہے۔ کہ اگر اخبارات کا وہ صاحبان رات کو مطالعہ کرنا شروع کر دیں تو بعض دفعہ صبح بھی ہو جاتی تھی۔ لیکن وہ بیدار ہوتے تھے۔ ان دنوں میں حیران ہوتا تھا۔ کہ انہیں کیا چھٹی پڑی ہے۔ کہ نہ انہیں دن کو آرام ہے اور نہ انہیں رات کو۔ معلوم ہوتا تھا۔ کہ شاید وہ ایسا کسی معقول مزدوری پہ کرتے تھے۔ شہر شہر میں خوب چہ میگوئیاں تھیں۔ اور سلسلہ کے متعلق خوب زور شور تھا۔ کبھی کبھی مجھے ان کے ہمراہ شہر سے باہر باغات میں نماز عید و جمعہ ادا کرنے کی توفیق مل رہتی تھی۔ میرے والد صاحب منشی نواب علی خاں یوسف زئی مال سیکرٹری جماعت احمدیہ پونچھ ان دنوں گو ابتدا سے سلسلہ احمدیہ کے معترف تھے۔ لیکن ظاہراً اعلان نہ کیا ہوا تھا۔ کچھ عرصہ کے بعد وہ بمقام کھوڑہ مذکور سخت بیمار ہوگئے۔ تو بھائی صاحب مولوی خوشی محمد خاں صاحب و چند دوسرے احباب شہر سے کھوڑہ تشریف لے گئے۔ میں بھی وہاں موجود تھا۔ انہوں نے جناب والد صاحب سے کہا۔ کہ چاچا صاحب اگر آپ بیعت نہیں کریں گے۔ تو ہم کو آپ کے جنازہ کی توفیق ملنی مشکل ہے۔ جناب والد صاحب چونکہ کمزور تھے میرے دوسرے تایا زاد بھائیوں نے خود ہی خط لکھا۔ اور جناب والد صاحب کے برضا و رغبت دستخط کرا کے بیعت کا اعلان قادیان شریف ارسال کر دیا۔ بعد میں خدا تعالیٰ نے اپنا فضل کیا اور جلد روبصحت ہوگئے۔ الحمدللہ۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ غالباً وہ زمانہ حضرت خلیفۃ المسیح اولؓ کا تھا۔ تو اس وقت بھی جماعت کو غیر احمدیوں کے جنازہ نہ پڑھنے کی تعلیم موجود تھی۔ بعد میں ایک دن بازار میں ایک اڑتی خبر میرے کان میں پہنچی کہ قادیان میں دو پارٹیاں ہوگئی ہیں۔ اور شہر پونچھ میں بھی کافی کشمکش شروع معلوم ہونے لگی۔ لیکن میاں غلام حسین صاحب احمدی جلد ساز پونچھ بھائی صاحبان احمدالدین و خوشی محمد وغیرہ اپنے اصولات میں خوب ثابت قدم رہے۔ اور آج تک خدا کے فضل و کرم سے قائم ہیں۔ ازاں بعد انجمن اسلامیہ ہائی سکول کے صحن میں احمدیہ جماعت کا جلسہ ہوا۔ جو غالباً تین دن تک جاری رہا۔ پختہ یاد نہیں رہا۔ البتہ اتنا حافظہ میں ابھی تک داخل ہے کہ تین چار مولوی صاحبان تشریف فرما تھے۔ ایک تو مرزا اعظم بیگ (یا معظم بیگ) تھے۔ اور دوسرے دو تین میں سے ایک تو علاقہ پونچھ کا ہی باشندہ تھا۔ بقیہ پنجاب کے تھے۔ اب اندازہ لگاتا ہوں کہ غالباً وہ غیر مبائعین کے مبلغین ہی تھے۔ دن کو بھی جلسہ ہوا کرتا تھا۔ رات کو بھی۔ تردید تناسخ۔ گوشت خوری وغیرہ پہ زیادہ زور دیا گیا تھا۔ ایک دوران جلسہ میں ایک آریہ پنڈت بہاری لعل صاحب شرما (جنہوں نے بعد میں اپنی الہام کی بنا پر ایک کتاب عرفان قرآن بھی شائع کیا تھا۔ جو آج تک پنڈت دیانند اینڈ برادرز بک سیلر پونچھ کی دوکان سے مل سکتا ہے) آن وہیاں کو دے۔ کہ میں بعض سوالات کا جواب دوں گا۔ انہیں سٹیج پہ آکر ہی تردیدی تقریر کرنے کا متعدد بار موقعہ دیا گیا۔ لیکن سوائے غم و غصہ سے کانپنے اور سٹیج پہ تھپتھپنے کے ان سے اور کچھ بن نہ آسکی۔ یہ ایک دوسرا اثر تھا جو میرے دل پر جماعت احمدیہ کی نمایاں کامیابی اور دیگر ادیان پر سبقت کا بیٹھ گیا تھا۔ اس جلسہ میں راجہ صاحب بہادر والیٔ پونچھ بھی تشریف فرما ہوئے تھے۔ اور غالباً ایک صد روپیہ کا عطیہ بھی مرحمت فرمایا تھا۔ میں ابھی سکول میں ہی تھا کہ ماسٹر غلام رسول صاحب بی اے سیکنڈ ماسٹر ہائی سکول پونچھ غیر مبائع نے مجھے اخبار انگریزی ”لائٹ“ لاہور سے منگوانے کی تحریک فرمائی۔ سال کا چندہ بھی خاکسار نے ادا کر دیا۔ اور اخبار باقاعدہ آنی شروع ہوگئی۔ چونکہ طالب علمی کا زمانہ تھا۔ فرصت بہت کم تھی۔ اس لئے اخبار کا صرف سوالات کے جوابات والا صفحہ مطالعہ کیا کرتا تھا جس سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ شاید لاہور میں کوئی علماء کی کونسل ہے۔ جو متعدد سوالات کے جوابات دینے کے لئے لاہور میں قائم کی گئی ہے۔ اس کے بغیر خاکسار کے دل میں اس تحریک کا کوئی دوسرا اثر نہیں ہوا۔ اس وقت تک عوام کی طرف سے کوئی خاص مخالفانہ پراپیگنڈا پونچھ میں نظر نہ آتا تھا۔ مجھے بعض بعض رشتہ داران مثلاً جناب ماموں صاحب

سردار اللہ دتا خاں صاحب رئیس پونچھ۔ و جناب ملک فتح محمد خانصاحب بی۔ اے۔ بی۔ ٹی چیف ایجوکیشنل افسر (جو میرے ماموں صاحب کے داماد ہیں) اکثر تخول کے طور پر گھر میں کہا کرتے تھے۔ کہ یہ مرزائی ہے۔ پھر سوال کیا کرتے تھے۔ کہ کیا تم بھی مرزائی ہے۔ تو میں یہ لفظ گالی کے طور پر ان دنوں میں تصور کرتا تھا۔ اور انکار کر دیا کرتا تھا۔ کہ نہیں میں مرزائی نہیں صرف میرے والد صاحب ہیں۔ حالانکہ بیعت کے بعد بھی وہ خاموش تھے اور تبلیغ میں اعلانیہ کوئی حصہ نہیں لیتے تھے۔ شاید انہیں کچھ شک باقی ہو گا۔ اب تو خدا کے فضل و کرم سے ایک مستعد اور مخلص احمدی ہیں۔ اور سلسلہ کی تبلیغ کی خاطر دن رات خوب محنت اور جانفشانی سے مشغول رہتے ہیں۔ اور سلسلہ کے لئے خوب دعاؤں میں لگے رہتے ہیں جب سکول سے میں نے فراغت پائی۔ یعنی انٹرنس کا امتحان ۱۹۲۷ء میں بمقام راولپنڈی دے کر پاس کر لیا۔ تو میرے والد صاحب کی بھی نوکری سے پنشن ہو گئی جو غالباً ۸/۲/۴ روپیہ ماہوار اب تک لے رہے ہیں۔ ہماری کوئی زمین نہ تھی۔ کوئی دوسرا روزگار نہ تھا۔ زیور وغیرہ جو پاس تھا وہ فروخت کر کے مکان بنوایا تھا۔ وہ بھی نذر آتش ہو گیا تھا۔ یعنی ہر طرف سے آزمائش ہی آزمائش کا وقت نظر آتا تھا۔ غیر مبائع احمدی بھائیوں و چند غیر احمدی بھائیوں سے امداد کی درخواست کی۔ شاید ایک غیر مبائع اور ایک مبائع حضرات نے دس دس روپیہ کی مدد فرمائی ہم ان کے تہ دل سے مشکور و ممنون ہیں۔ کہ انہوں نے ایک آڑے وقت مدد فرمائی۔ ان بیس تیس روپیوں سے ایک معمولی سی دوکان چلانی شروع کر دی گھر کا گذارہ مشکل ہو گیا۔ ادھر امداد فرمانے والوں نے فوراً واپسی کا مطالبہ فرما دیا۔ خیر خدا خدا کی۔ چند ماہ اس دربدری میں نکلے جو مقدر تھے۔ اتنے میں کمترین محکمہ کسٹم میں بمشاہرہ دس روپیہ ماہوار ملازم ہو گیا۔ دو ماہ کے بعد پندرہ روپیہ کی اسامی مل گئی۔ گویا قریباً چھ ماہ تک تابع منظوری وزارت عالیہ پونچھ کام کرتا رہا لیکن تنخواہ کوئی نہ ملی۔ آخر منظوری جب وزیر صاحب نے فرمائی تو جناب اکونٹنٹ افسر صاحب نے چھ ماہ کی تنخواہ کا بل پاس فرما دیا۔ اور مجھے قریباً ۷۵ روپے یکمشت مل گئے۔ خزانچی لالہ برج لال صاحب حال مفقود الخبر نے غلطی سے خاکسار کو ۲۰ روپیہ کی ایک ڈھیری زیادہ دیدی میں نے بھی وہاں شمار نہ کیا۔ اور رقم رومال میں باندھ کر سیدھا خوشی خوشی گھر چلا آیا۔ اور جناب والدہ صاحبہ کے حوالہ کی۔ انہوں نے بھی رقم بغیر شمار کئے ٹرنک میں رکھ دی۔ تاکہ شام کو جناب والد صاحب کی خدمت میں پیش کی جائے۔ میں پھر دفتر چلا گیا۔ وہاں ابھی پندرہ منٹ ہی بیٹھے ہوئے تھے کہ خزانہ صدر کا ایک چپڑاسی میرے پاس آیا کہ آپ کو غلطی سے ۲۰ روپے زیادہ گئے ہیں وہ واپس کر دیں۔ میں نے اسے کہا مجھے پتہ نہیں روپیہ اب تک رومال میں بند پڑا ہے۔ چلو میرے ساتھ آپ کے روبرو وہ شمار کرونگا اگر زیادہ نکلے تو آپ کی دولت۔ گھر آیا۔ رومال والی گانٹھ نکالی۔ اس کے روپیہ شمار کیا۔ تو واقعہ ہی ۲۰ روپیہ زائد نکلے۔ جو فوراً واپس کر دئے گئے۔ وہ چپڑاسی بیچارا بہت مشکور ہوا۔ اور شکریہ ادا کرتے واپس خزانہ چلا گیا۔ شام کو جناب والد صاحب بھی تشریف لائے۔ مبلغ ۷۵ روپیہ ان کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ تو فرمانے لگے۔ کہ تمہاری ہمشیرہ جوان ہے۔ اسی روپیہ سے اس کا کہیں نکاح کر دیں تو اس فرض سے تبھی سبکدوش ہو جائیں گے۔ خدا معلوم اتنا روپیہ اکٹھا ہمارے پاس کبھی ہو گا یا نہ۔ کیوں نہ اس غیبی مدد سے یہ کام کر دیا جائے۔ لیکن ساتھ ہی فرمایا کہ لڑکا احمدی ہو۔ غیر احمدی کو میں رشتہ نہیں دے سکتا اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ جماعت احمدیہ میں ابتداء سے ہی غیر احمدی کو رشتہ دینے کی ممانعت تھی۔ خیر یہ کار خیر بھی سرانجام ہوا۔ اور ہمشیرہ کا نکاح جناب چچا صاحب محمد عبد اللہ خاں غیر مبائع کے لڑکے بابو عبد الرحمن کے ساتھ ہو گیا۔ اس فرض سے سبکدوش ہوتے ہی کمترین محکمہ جنگلات پونچھ میں جناب بابو امیر چند صاحب چیف فارسٹ افسر کا کیمپ کلرک بمشاہرہ ۲۵ روپیہ ماہوار مقرر ہو گیا۔ وہاں پر بھی چھ ماہ سے زائد کا عرصہ نکالا۔ خدا کے فضل سے حالات دن بدن اچھے ہوتے گئے پھر محکمہ تعلیم پونچھ میں ماسٹری کی اسامی پر بھی ۹ ماہ تک کام کیا۔ ازاں بعد ڈاکخانہ کی ملازمت میں خداوند کریم نے میرا روزگار لگا دیا جو خدا کے فضل و کرم سے آج تک موجود ہے۔ دن کو تو میں دفتر میں ہوا کرتا تھا۔ رات کو جناب والد صاحب کے ساتھ احمدیت کی مخالفت شروع کر دیتا تھا۔ بس میرا یہی کام مئی ۱۹۳۲ء تک رہا۔ میرے والد صاحب اتنے تنگ ہو گئے کہ ایک دن جناب والدہ صاحبہ سے یوں گویا ہوئے۔ کہ مجھے ایک بسترہ اور چند برتن دے دو۔ میں بازار میں کوئی چوبارہ کرایہ پر لے کر وہاں رہائش رکھوں گا۔ میں اس بچے کی شدید مخالفت سے سخت تنگ آگیا ہوں۔ اس لئے یہی مناسب ہے کہ علیحدہ خاموش زندگی بسر کروں۔ اور روز روز کی کڑ کڑ اور توہین سلسلہ سے بچ جاؤں۔ اس وقت ان کے استقلال کو دیکھ کر مجھے ٹھیس لگی۔ کہ دیکھو جدائی ضرور پسند ہے لیکن مخالفت سننا ناقابل برداشت ہے۔ یہ ایک گہرا اثر تھا۔ جو میرے دل پر اس وقت ہوا۔ خیر اس دن میں نے مخالفت کو کم کر دیا۔ لیکن سلسلہ احمدیہ کو سچا بھی نہ خیال کرتا رہا۔ اس وقت بھائی صاحب منشی احمد دین خانصاحب وقتاً فوقتاً مجھے تبلیغی خطوط پنجاب کے دیگر شہروں سے لکھتے رہتے تھے۔ جن میں سوائے تبلیغی مسائل کے اور کوئی ذکر نہ ہوتا تھا۔ ان خطوط کو میں بعض اوقات پڑھنا بھی پسند نہ کرتا تھا۔ کیونکہ خانگی امور بہت کم مندرج ہوا کرتے تھے۔ جناب منشی دانشمند صاحب پریذیڈنٹ انجمن احمدیہ پونچھ بھی بسا اوقات میری توجہ اخبار الفضل کے ذریعہ احمدیت کی طرف پھراتے رہتے تھے۔ دوران ایجی ٹیشن چوہدری عزیز احمد صاحب وکیل کشمیر کمیٹی کی طرف سے پونچھ میں تشریف لائے۔ بعد میں قاضی عبد المجید صاحب بھی تشریف لائے۔ ڈاکخانہ کے پاس ہی ان کا جائے قیام تھا۔ دن رات احمدی و غیر احمدی حضرات ان کے پاس جمع رہتے تھے۔ میں حیران تھا کہ وکیلوں کو کہاں کا شہد لگا ہوا ہے۔ جو سب دلعزیز ہیں۔ نماز باجماعت بھی وہاں ہی پڑھتے اور پڑھایا کرتے تھے۔ غرضیکہ مجھے اس جماعت کے اتحاد و باہمی محبت نے دل میں کافی اثر کر دیا تھا۔ ایک شام (گرمیوں کے دن) ورانڈے میں چارپائی پر لیٹا بخار سے سخت مضطرب حالت میں تھا۔ میری بیوی بھی پاس چارپائی پر بیٹھی میری خبر گیری کر رہی تھی۔ میں تکلیف کے مارے ہائے ہائے۔ اللہ اللہ کر رہا تھا۔ سر کو تولیے سے باندھا ہوا تھا۔ اتنے میں میری کچھ قدر سے آنکھ لگ گئی۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک شخص مجھے جھنجھوڑ کر کہتا ہے:۔

کیا تو غیر احمدی ہی مر جائیگا

خواب میں میں بہت سخت ڈرا۔ اور بیدار ہوتے ہی استغفر اللہ استغفر اللہ پڑھنا شروع کیا۔ ان دنوں جناب قبلہ سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب ناظر دعوۃ و تبلیغ قادیان انجمن اسلامیہ پونچھ کی دعوت پر پونچھ میں تشریف فرما تھے۔ میں نے اپنی بیعت کا ایک خط فوراً لفافہ میں بند کر کے جناب شاہ صاحب کے حوالہ کر دیا۔ جنہوں نے جواب میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ کے حضور بھیجنے کے لئے ارشاد فرمایا۔ جس کی تعمیل اسی دن کی گئی۔ وہ دن غالباً ۸ رجون ۱۹۳۳ء کا تھا۔ اس کے بعد کمترین نے اپنے آپ میں خدا کے فضل کے ساتھ کافی تبدیلی کا احساس کیا ہے جس کا کہ اغیار کو بھی اعتراف ہے۔

یہ ہے میرے احمدی ہونے کی داستان۔ احمدی احباب و دیگر ناظرین الحکم خاکسار کی دینی و دنیاوی ترقی کے لئے تہ دل سے دعائیں کریں۔ خداوند کریم کمترین کو حقیقی احمدیت نصیب کرے۔ اور خدمت دین و تبلیغ احمدیت (یعنی حقیقی اسلام) میں ہی میرا خاتمہ بالخیر کرے۔ جناب والدین صاحبان بھی عمر رسیدہ ہیں اور کمزور ہیں۔ اکثر بیمار بھی رہتے ہیں۔ احباب ان کی کامل صحت کے لئے بھی دعاؤں میں یادداشت کو قائم رکھیں۔ تاکہ ان کی خدمت کا موقعہ کمترین کو کافی مل سکے۔ والسلام

خاکسار عبد الکریم خاں یوسف زئی احمدی آف پونچھ حال سب پوسٹ ماسٹر گوپس گلگت (کشمیر)

غیر مبایعین سے خطاب

حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب امیر غیر مبایعین لاہور نے اپنے خطبہ جمعہ ۲۶/۷/۳۵ مندرجہ پیغام صلح ۲۹/۷/۳۵ میں ایک قرآن کریم کی آیت پیش فرمائی ہے وان من قریۃ الا نحن مھلکوھا قبل یوم القیمۃ او معذبوھا عذابا شدیدا کان ذالک فی الکتب مسطورا (بنی اسرائیل ۱: ۱۵)

(اور کوئی بستی نہیں مگر ہم اسے قیامت کے دن سے پہلے ہلاک کردینگے یا اسے سخت عذاب دیں گے۔ یہ کتاب میں لکھا ہوا ہے) چنانچہ اس قرآنی آیت کو پیش فرماکر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو تفسیر فرمائی ہے وہ یہ ہے:-

"کوئی ایسی بستی نہیں جس کو ہم قیامت سے پہلے ہلاک نہ کرینگے یا اس پر شدید عذاب نازل نہ کریں گے۔ یعنی آخری زمانہ میں ایک سخت عذاب نازل ہوگا۔ اور دوسری طرف یہ فرمایا وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا اس سے بھی آخری زمانہ میں ایک رسول کا مبعوث ہونا ظاہر ہوتا ہے اور وہی مسیح موعود ہے" (صفحہ ۵ تتمہ حقیقۃ الوحی)

پھر فرمایا:-

"وآخرین منھم لما یلحقوا بھم یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے ایک اور فرقہ ہے۔ جو ابھی ظاہر نہیں ہوا۔ یہ تو ظاہر ہے کہ اصحاب وہی کہلاتے ہیں جو نبی کے وقت میں ہوں اور ایمان کی حالت میں اس کی صحبت سے مشرف ہوں اور اس سے تعلیم و تربیت پاویں۔ پس اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آنیوالی قوم میں ایک نبی ہوگا۔ کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بروز ہوگا ..... بہرحال یہ آیت آخری زمانہ میں ایک نبی کے ظاہر ہونے کی نسبت ایک پیشگوئی ہے" (صفحہ ۶۷ تتمہ حقیقۃ الوحی)

پس اے غیر مبائع دوستو! یہ آخری زمانہ والے ایک رسول ایک نبی کون ہے؟ اسے دنیا کے سامنے پیش کرکے دنیا کو دکھا دو کہ آئے دن کے عذاب اسی ایک مصلح ربانی کے مصدق نہ ہونے کی وجہ سے رونما ہو رہے ہیں۔ اگر کہو کہ یہ رسالت و نبوت محدثیت میں ہے تو یہ تخصیص ایک والی کیوں فرمائی گئی کہ آخری زمانہ میں ایک رسول اور ایک نبی کی پیشگوئی ہے۔ پھر تو ایسا کہا جانا چاہیئے تھا کہ چودھواں رسول و نبی آخری زمانہ میں آئے گا۔ یہ ایک ہی کی تخصیص کیوں خدارا غور کرو یہ رسول اور نبی مسیح موعود ہی ہے اور آپ سے پہلے مجدد دین اس عہدے پر نہ پہونچ سکے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ حضور نے محض مسیح موعود کو آخری زمانہ کا نبی اور رسول فرمایا۔ پھر دوسری جگہ حضور فرماتے ہیں کہ نام نبی کہلانا میں نہیں چھوڑ سکتا تب تک جب تک کہ میں قبر میں نہ چلا جاؤں۔ خدارا سوچو کہ آپ کیوں اتنی جرأت کر رہے ہیں۔ کہ حضور کے نام مبارک کے ہمراہ لفظ "نبی" لگنے سے آپ کو دشمنی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو سمجھ دے۔ آمین

(خاکسار عبدالکریم خان یوسف زئی احمدی از گوپیس گلگت)

احمدیت نے اٹھارہ سال کے بعد اثر کیا

اٹھارہ سال قبل کا ایک واقعہ ہے کہ فلاسفر صاحب موضع بھٹیاں میں احمدیت کے متعلق تقریر کر رہے تھے کہ ایک شخص نے ایک جلتا ہوا کوئلہ فلاسفر صاحب کی پگڑی میں رکھدیا پگڑی جلنے لگی اور دشمنوں کے لئے ہنسی کا موقع نکل آیا۔ مگر خدا تعالیٰ نے فلاسفر صاحب کو بچالیا

جس شخص نے آگ لگائی احمدیت نے اس کا تعاقب کیا اور اٹھارہ سال کے بعد سنہ ھذا میں جا پکڑا اور اسے تسخیر کرکے چھوڑا

قبول احمدیت پر اس شخص نے فلاسفر صاحب کو ایک خط لکھا جو اس قابل ہے کہ اسے درج اخبار کیا جائے۔ تا معلوم ہو کہ خدا تعالیٰ اپنے کام کس طرح سے کر رہا ہے۔ چنانچہ لکھا ہے:-

"مکرمی فلاسفر صاحب! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

نہایت ہی افسوس سے جناب کے نوٹس میں لاتا ہوں کہ ایک دفعہ عرصہ سترہ یا اٹھارہ سال اندازاً گذرا ہے کہ جناب ہمارے گاؤں میں تبلیغ کرنے گئے تھے اور میں نے جناب کی پگڑی میں ایک دہکتا ہوا کوئلہ رکھا تھا۔ آج میں اپنے گزشتہ گناہوں سے توبہ کرکے سلسلہ احمدیہ میں داخل ہوتا ہوں۔ اور درخواست کرتا ہوں کہ جناب میرے اس قصور کو جو میں نے آج سے اٹھارہ سال پیشتر کیا تھا معاف فرماویں۔

(کریم بخش قوم گھمار ساکن بھٹیاں کلاں)

بزم ارشاد کا خاص اجلاس اور ریزولیوشنز

I بزم ارشاد قادیان احراریوں کی اس کمینہ حرکت پر اظہار نفرت کرتی ہے کہ ایک غنڈے احراری نے بانیٔ سلسلہ احمدیہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرزند کپتان حضرت مرزا شریف احمد صاحب پر ۸ر جولائی کو وحشیانہ حملہ کیا۔ احراری کے اس فتنہ کے خلاف اظہار غم و غصہ کرتی ہوئی بزم ارشاد صدائے احتجاج ملند کرتی ہے اور گورنمنٹ پنجاب سے پرزور مطالبہ کرتی ہے کہ وہ اپنی قدیم روایات کے مطابق عدل و انصاف کا ثبوت دے کر ان فتنوں کا فوری انسداد کرے۔

II بزم ارشاد قادیان ہزایکسیلنسی سے مؤدبانہ عرض کرتی ہے کہ قانون کی اس صریح بے حرمتی کے متعلق تحقیقات کرنے کے لئے ایک آزاد کمیشن مقرر کرے۔

III اُن احراری سرغنوں کو جو اس حملہ آور احراری غنڈے کی کمر ٹھونکتے ہیں مقدمہ چلائے۔

(سکریٹری بزم ارشاد قادیان)

فتحِ عمیق

خدا سے نہیں کوئی بڑھ کر رفیق　|　وہی ہے ہر اک خستہ دل کا شفیق
اُسی نے کہا۔ میرزا سے۔ نہ گھبرا　|　کہ یاتیک من کل فج عمیق

(۱)

وہ بدہ جو پھر رہے ہیں جعلی عامل کی طرح　|　مضطرب ہیں راندن مفرور قاتل کی طرح
جب عمل میں آئیگی اُن کی گرفتاری حسین　|　لوحِ ہستی سے مٹینگے نقش باطل کی طرح

(۳)

میرزا کے پنجتن

میرزا کے پنجتن ہیں آیت پروردگار　|　ہاں یہ نسلِ سیدہ۔ اور اک نشان پائیدار
ہاں سنبھل جا۔ وقت ہے۔ انکی دل آزاری نہ کر　|　ورنہ دیکھے گا "چمک تو۔ زلزلے کی پنج بار"

(۴)

دیں کے شہزادوں کو اور ایماں کے دلدادوں کو دیکھ　|　گر نہیں دیکھا نبی تو آ نبی زادوں کو دیکھ
دیکھ انکے دشمنوں کو دیکھ۔ پر یہ شرط ہے۔　|　غور سے ان نامرادوں خانہ بربادوں کو دیکھ

(حسن رہتاسی)

سالانہ جلسہ پر الحکم کا خاص نمبر شائع ہوگا

اس سال خدا تعالیٰ کے رحم اور فضل کے ساتھ
میں امید کرتا ہوں کہ سالانہ جلسہ پر الحکم کا

کا خاص نمبر

شائع کرسکوں گا۔

یہ خاص نمبر الحکم کا ہی خاص نمبر نہیں ہوگا۔ بلکہ سلسلہ عالیہ احمدیہ کی صحافت میں ہر ایک لحاظ سے خاص نمبر ہوگا مضامین کے لحاظ سے ابھی اسکی تفصیل نہیں دیجاسکتی تاہم خلاصۃً کہا جاسکتا ہے کہ

(۱) حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعض گرامی ناموں کے فوٹو شائع کئے جائینگے
(۲) سلسلہ کی تاریخ کے بعض نادر اوراق ہوں گے۔
(۳) حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سیرت و سوانح حیات کے بالکل غیر مطبوعہ اور نایاب اوراق شائع کئے جائیں گے۔
(۴) بزرگانِ سلسلہ کے نادر اور اچھوتے مضامین۔
(۵) بلند پایہ شعراءِ سلسلہ کا کلام۔
(۶) نورالدین اعظمؓ۔ مولانا عبدالکریمؓ۔ شہدائے احمدیت کی سیرتوں کے بعض لطیف الواب۔
(۷) بعض ضروری فوٹو۔

اور اس کے سوا بہت سی اہم معلومات کا خزانہ جمع کردیا جائے گا۔

یہ نمبر سو صفحے کا مجموعہ ہوگا۔ جس کی لکھائی چھپائی اور کاغذ کا بھی خاص خیال رکھا جائے گا۔

چونکہ

یہ نمبر الحکم کے عام نمبروں سے بالکل جداگانہ چیز ہوگا۔ اس لئے ہر وہ دوست جو خاص نمبر خریدنا چاہیں۔ ایک کارڈ لکھ کر اپنا نام ابھی سے نوٹ کرادیں۔ چونکہ اس نمبر کی طباعت و اشاعت پر سینکڑوں روپیہ کا خرچ آئیگا۔ اس لئے ضرورت سے زاید نمبر شائع نہیں کئے جائیں گے۔

یہ یاد رہے کہ۔ خاص نمبر کا کام ابھی سے شروع کردیا گیا ہے۔

خاص نمبر کی قیمت

ایک روپیہ ہوگی

تمام درخواستیں بنام

ایڈیٹر اخبار الحکم قادیان آنی چاہئیں

(اللہ بخش سٹیم پریس قادیان میں باہتمام شیخ محمود احمد عرفانی پرنٹر و پبلشر چھپکر دفتر اخبار الحکم واقعہ تراب منزل الحکم سٹریٹ قادیان سے شائع ہوا)